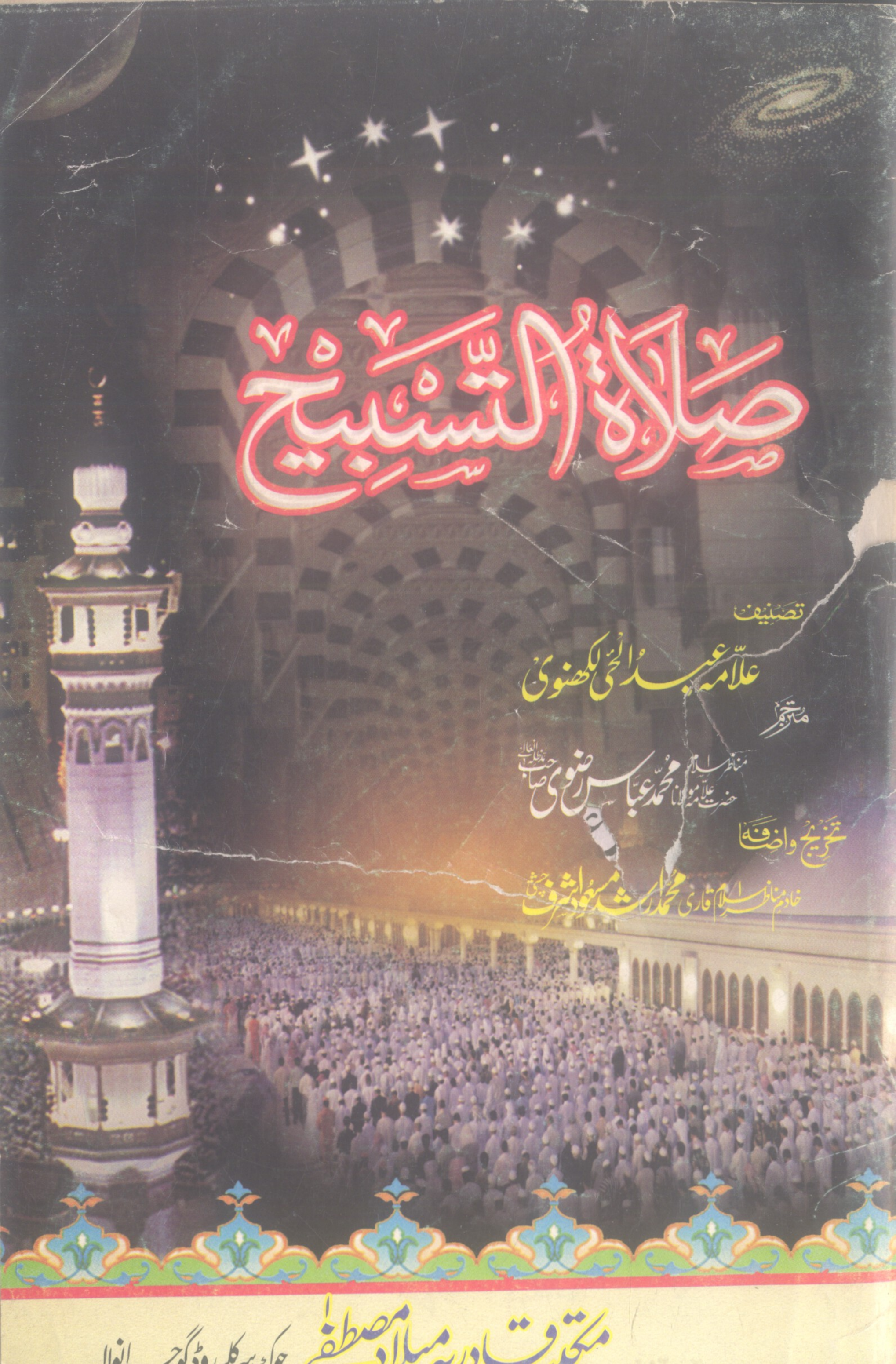

صلاۃ التسبیح
تصنیف
علامہ عبدالحی لکھنوی
مترجم
مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا محمد عباس رضوی صاحب مدظلہ العالی
تخریج و اضافہ
خادم مناظر اسلام قاری محمد راشد مسعود اشرف چشتی
مکتبہ قادریہ میلاد مصطفیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علامہ عبدالحی لکھنوی کی کتاب،

الاثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة،

سے

صلاۃ التسبیح،

کا ترجمہ،

مترجم

محدث وقت، مناظر اسلام، حضرت علامہ مولانا

محمد عباس رضوی صاحب مدظلہ العالی

تخریج و اضافہ،

خادم مناظر اسلام،

قاری **محمد ارشد مسعود** اشرف چشتی

خطیب جامع مسجد نور صدیق اکبر ٹاؤن (ڈھلے) گوجرانوالہ

مکتبہ قادریہ چوک میلاد مصطفےٰ سرکلر روڈ گوجرانوالہ فون:237699

چوک میلاد مصطفےٰ گوجرانوالہ

نام کتاب — صلاۃ التسبیح

مصنف — علامہ عبدالحی لکھنویؒ

مترجم — محدث وقت، مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا محمد عباس رضوی صاحب مدظلہ العالی

تخریج واضافہ — خادم مناظر اسلام قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی

کمپوزنگ:.........قادری کمپوزنگ سنٹر سرکلر روڈ میلاد مصطفےٰ چوک گوجرانوالہ فون نمبر:0431-237699

تاریخ اشاعت — اکتوبر ۲۰۰۳ء

قیمت — ۳۰/-روپے

ملنے کے پتے

مکتبۃ المدینۃ مین بازار حافظ آباد، مکتبہ جمال کرم لاہور، مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، فرید بک سٹال لاہور، شبیر برادرز لاہور

مکتبہ قادریہ سرکلر روڈ گوجرانوالہ، مکتبہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ،

فیضان مدینہ پبلی کیشنز کامونکی،

مقدمہ

مبسملا وحامدا ومحمدا [حضرت علامہ محمد چمن زمان عطاری صاحب] مصلیا ومسلما محمد ﷺ

حق کی مخالفت کرنے والے لوگ تقریبا ہر دور میں موجود رہے ہیں اگر چہ سب کی اغراض تو ایک نہیں رہیں مثلا کسی نے اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کے باعث حق کا خلاف کیا اور کسی نے سوئے فہم کے باعث، کوئی دلیل میں اشتباہ کی وجہ سے مختلف ہوا تو کوئی کسی اور امر کے باعث، لیکن ہر دور میں سب سے زیادہ قابل مذمت جو لوگ ہوئے ہیں وہ وہ ہیں کہ جنہوں نے فقط حسد وعناد اور بغض وعناد اور بغض وعداوت کے باعث حق کا خلاف کیا، اہل حق کے ساتھ معارضہ کیا اور درحقیقت وہ اس امر میں اپنے شیخ شیطان لعین کی اتباع کا حق ادا کرتے رہے ہیں کیونکہ شیطان کا اللہ جل وعلا کے حکم کی نافرمانی کرنا حسد اور تکبر کے باعث ہی تھا علاوہ اس کے زمین پر پہلے گناہ کا باعث بھی حسد ہی بنا جس وقت قابیل نے ہابیل کی مخالفت کی اور اس کو قتل کیا تو اس کا سبب حسد ہی تھا اور یونہی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے ساتھ اہل کتاب کی مخالفت کا باعث بھی حسد ہی ہے جیسا کہ قرآن نے اسے بیان کیا فرمایا ہے،

ودا کثیر من اھل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفارا حسدا۔۔۔الخ

الحاصل یہ بات ثابت ہو چکی کہ اہل حق کے مخالفین سے وہ لوگ بھی ہوئے ہیں کہ جنکے خلاف کی بنیاد فقط حسد رہی ہے اور حسد کی برائی اللہ تعالی کے اس فرمان سے ظاہر،،

من شر حاسد اذا حسد،، کیونکہ من شر کے عموم میں اگر چہ حسد آچکا تھا لیکن ثانیا اسے تخصیص کے ساتھ ذکر کرنا اسکے غایت درجہ قبح پر دال ہے۔ تو یہاں پر آکر یہ بات واضح ہو چکی کہ حق کی

مخالفت اگر چہ ہر حال میں مذموم ہے مگر جب کہ اس مخالفت کا باعث حسد ہو، عناد، بغض وعداوت ہو تو یہ مخالفت یقیناً نہایت درجہ قابل مذمت ہے۔ اور زیر نظر کتاب میں بھی اسی بات کا بیان ہے کہ آج کے دور میں صلاۃ التسبیح کے مخالفین کے خلاف کی بنیاد فقط حسد وعناد ہے ۔ کیونکہ صلاۃ التسبیح عبادت ہے اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے اور انسان کی تخلیق میں حکمت بھی یہی ہے پھر بھلا کسی عبادت کے معاملہ میں کسی کو کیا خلاف ہو سکتا ہے سوائے عناد وحسد کے ۔ کہ معاند وحاسد کی آنکھوں کو اندھا اور کانوں کو بہرا کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہاں ایک بات کی وضاحت نہایت ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر چہ صلاۃ التسبیح والی روایات میں محدث ابن جوزی رحمہ اللہ کا مسلک بھی وضع والا ہے لیکن وہاں یہ بات واضح ہے کہ ایک تو انہیں راوی کے بارے میں اشتباہ ہو گیا اور دوسرا یہ کہ ہو سکتا ہے کہ انہیں اس راوی جس کو انہوں نے مجہول کہا ہے کی توثیق نہ ملی ہو یا کوئی اور بہترین محمل۔ لیکن آج کے معاندین جو حق کے غایت درجہ وضوح کے بعد بھی موضوع، موضوع کی رٹ لگائے جا رہے ہیں ان کے بارے میں ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ انکے اختلاف کی بنیاء فقط حسد وعناد ہے اور کچھ نہیں۔ ورنہ جب محدث ابن جوزی کے وضع والے قول کی علمائے امت کے جم غفیر نے تردید کی اور حدیث صلاۃ التسبیح کو صحیح یا حسن مانا اور جو بعض نے اسے ضعیف کہا تھا اس کا بھی جواب دیا جیسا کہ آگے آپ مطالعہ فرمائیں گے تو چاہیے تھا کہ،، من شذ۔۔ الخ کی وعید سے ڈر کر اور،، یداللہ علی الجماعۃ،، کے مقتضا پر عمل کر کے وضع والی رٹ کو ختم کر دیا جاتا اور حدیث صلاۃ التسبیح کے حسن یا صحت کو قبول کر لیا جاتا مگر؛ کیا کیجیے اس حسد بھرے دل کا؟ بہر حال زیر نظر کتاب علامہ عبد الحی لکھنوی ؒ کی کتاب: الآثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ: کے آخری جز (تذنیب) کا ترجمہ.

ہے اور ساتھ مفید زیادات بھی ہیں، مقصود اس سے فقط اظہار حق ہے

قارئین سے التماس ہے کہ منصف مزاجی سے اور جانب داری کی عینک اتار کر اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں اور اپنی دعاؤں میں مناظر اسلام محدث وقت، حضرت علامہ مولانا محمد عباس رضوی مدظلہ العالی کہ جنکی نگاہ لطف کا یہ حاصل ہے اور تلمیذ رشید مولانا قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی صاحب کہ جن کی محنتوں کا یہ ثمر ہے اور انہوں نے مزید اضافہ جات و تخریج سے اس کو اور جامع بنادیا ہے اور مجھ کثیر السیات کو بھی یاد رکھیں اللہ جل وعلا اپنے حبیب کریم ﷺ کی جاہ و مرتبت کے طفیل سب کو قبول حق کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں راہ حق پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے، آمین بحرمۃ سید المرسلین ﷺ

محمد چمن زمان عطاری غفرلہ الباری

مدرس جامعہ رضویہ احسن القرآن دینہ ضلع جہلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم

اس مقام پر ہم نماز تسبیح کے بارے میں کلام کرتے ہیں کیونکہ اس کی فضیلت میں احادیث صحیحہ و حسن ثابت ہیں اور اس کو بہت بڑے علماء کے گروہ نے بیان کیا ہے اور یہ دیگر نمازوں کے مشابہہ ہے،

لیکن کچھ متقدمین پر اس کا معاملہ تشابیہ ہوگیا اور انہوں نے گمان کیا کہ اس نماز کے بارے میں مروی احادیث موضوعات ہیں اور ان احادیث کو موضوع کہنے والوں میں علامہ ابن جوزی اور ابن تیمیہ اور ان کے مقلدین ہمارے ہم عصر ہیں،

اور ان مقلدین کا گمان فاسد ہے کہ ابن تیمیہ کے اقوال آسمان سے نازل وحی کی طرح ہیں حالانکہ علماء نے براھین و بینات کے ساتھ ان کا رد کیا ہے اور انہوں نے بے شمار دلائل پیش کیے ہیں کہ یہ نماز نفل نمازوں میں سے سب سے فائق و راجح ہے اور اس کو بڑی فضیلت حاصل ہے،

احادیث مبارکہ

امام دار قطنی نے اپنی سند کے ساتھ موسی بن عبد العزیز سے روایت کی انہوں نے حکم بن ابان سے اور وہ عکرمہ سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا،

یا عماہ الا اعطیک الا امنحک الا   اے چچا کیا میں تجھے عطا نہ کروں؟ کیا میں

احبوک الا افعل بک عشر خصال اذا انت فعلت ذلک غفر الله ذنبک اوله واخره قدیمه وحدیثه خطاء وعمده صغیره وکبیره سره وعلانیته عشر خصال ان تصلی اربع رکعات تقراء فی کل رکعة فاتحة الکتاب و سورة فاذا فرغت من القرائة فی اول رکعة وانت قائم قلت سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر خمسة عشرة مرة و ترکع فتقولها عشرا ثم ترفع راسک من الرکوع فتقولهاء شرا ثم تهوی ساجدا فتقولها عشرا ثم ترفع راسک من السجود فتقولها عشرا ثم تسجد فتقولها وعشرا ثم ترفع راسک فتقولها عشرا فذلک خمس وسبعون فی کل رکعة تفعل ذلک فی اربع رکعات الا استطعت

تجھے عطیہ نہ دوں؟ کیا میں تیرے لیے پسند نہ کروں؟ کیا میں تجھے خبر نہ دوں ؟ کیا دس باتیں تیرے ساتھ نہ کروں؟ کہ جب تم انہیں کروگے تو اللہ تعالیٰ تمھارے پہلے، آخر، قدیم وجدید، سہواوعمدا، چھوٹے اور بڑے پوشیدہ اورظاہر تمام گناہ معاف فرمادے گا، یہ کہ چار رکعت اس طرح پڑھو کہ ہر رکعت میں فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھو پھر جب پہلی رکعت کی قراءۃ سے فارغ ہوتو کھڑے ہی پندرہ بار سبحان اللہ والحمدللہ۔۔الخ پڑھو اور رکوع کروتو اس میں دس بار تسبیح کہو پھر رکوع سے سر اٹھاؤ تو دس بار تسبیح پڑھو پھر سجدہ کروتو اس میں دس بار تسبیح کہو پھر سجدہ سے اپنا سر اٹھاؤ تو دس بار تسبیح پڑھو پھر سجدہ کروتو اس میں دس بار تسبیح پڑھو پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس بار تسبیح پڑھو اس طرح یہ ہر رکعت میں پچھتر بار ہوگئیں ایسے ہی چاروں رکعتوں میں کرو اگر تم ہرروز پڑھنے کی استطاعت رکھو تو ہرروز پڑھو پھر اگر تم ایسا نہ کر

ان تصلیها کل یوم مرة فان لم تفعل ففی کل جمعة مرة فان لم تفعل ففی کل شهر مرة فان لم تفعل ففی کل سنة مرة فان لم تفعل ففی عمرک مرة،

سکو تو ہر جمعۃ المبارک کو پڑھو پھر اگر تم ایسا بھی نہ کرسکو تو ہر ماہ میں ایک بار پڑھو پھر اگر تم ایسا بھی نہ کرسکو تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھو پھر اگر تم ایسا بھی نہ کرسکو تو اپنی عمر میں ایک مرتبہ ضرور پڑھو،

تخریج حدیث

(اخرجہ ابوداؤد فی السنن جلد ۱ صفحہ ۸۳ وابن ماجہ فی السنن صفحہ ۹۹، ط، پاکستان، وابوداؤد فی السنن صفحہ ۲۰۴ برقم ۱۲۹۷ وابن ماجہ فی السنن صفحہ ۲۰۵ برقم ۱۳۸۷، ط، دار ابن حزم بیروت، والطبرانی فی المعجم الکبیر جلد ۱۱ صفحہ ۲۴۳۔۲۴۴ برقم ۱۱۶۲۲، وابن خزیمۃ فی الصحیح جلد ۔۔ صفحہ ۔۔ برقم ۱۲۱۶، وابن ابی الدنیا والخلیلی فی الاشاد کما فی الترجیح صفحہ ۴۰، وابو طاہر المخلص والدارقطنی فی صلاۃ التسبیح کما فی الترجیح صفحہ ۳۸۔۳۹، والحسن بن علی المعمری فی عمل الیوم واللیلۃ کما فی اللآلی المصنوعۃ جلد ۲ صفحہ ۳۹، وابن الجوزی فی الموضوعات جلد ۲ صفحہ ۱۴۳ وابن ناصر الدین فی الترجیح لصلاۃ التسبیح صفحہ ۳۷، والحاکم فی المستدرک جلد ۱ صفحہ ۳۱۸، والبیہقی فی السنن الکبری جلد ۳ صفحہ ۵۱۔۵۲، والمزی فی تہذیب الکمال جلد ۱۸ صفحہ ۴۸۶)

رواۃ حدیث،

راوی نمبر ۱، **عبد الرحمن بن بشر بن الحکم النیشابوری**

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں، ثقۃ، کہ ثقہ ہے (تقریب صفحہ ۳۵۸ ترجمہ نمبر ۳۸۱۰)

اور حافظ ذھبی فرماتے ہیں، ثقۃ صاحب حدیث، ثقہ صاحب حدیث ہیں (کاشف مع تقریب صفحہ ۳۵۸ ترجمہ نمبر ۳۸۱۰)

راوی نمبر۲، **موسی بن عبد العزیز**

حافظ ذھبی فرماتے ہیں، قال ابن معین و النسائی ؛لیس بہ باس ،یعنی ابن معین اور نسائی نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، (کاشف مع تقریب صفحہ ۶۱۸ ترجمہ ۶۹۸۸)

راوی نمبر۳، **حکم بن ابان**

حافظ ذھبی فرماتے ہیں، ثقة صاحب سنة ،یعنی صاحب سنت ثقہ ہے (کاشف مع تقریب صفحہ ۱۵۸ ترجمہ ۱۴۳۸)

راوی نمبر۴، **عکرمة**

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں ثقة ثبت عالم با لتفسیر ،یعنی عالم بالتفسیر پختہ ثقہ ہیں (تقریب صفحہ ۴۳۷ ترجمہ ۴۶۷۳)

راوی نمبر۵ ، **حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما،**

نماز صلاۃ التسبیح کی احادیث کی تصحیح و تحسین کرنے والے آئمہ وعلماء

نمبرا، **امام ابو موسی المدینی،**

ان کی تصحیح کو ابن ناصر الدین نے ؛الترجیح؛ میں صفحہ ۴۲ پر نقل کیا اور اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے ؛الامالی؛ میں اور حافظ سیوطی نے ؛اللالی ء؛ میں جلد ۲ صفحہ ۴۲ پر ابن حجر عسقلانی سے نقل کیا

نمبر۲ ، **امام مسلم بن الحجاج،**

ان کی **تحسین** کو امام منذری ، نے **الترغیب والترھیب جلد ۱** صفحہ ۴۶۸، اور امام سیوطی نے ،**اللالی ء** میں جلد ۲ صفحہ ۴۳ پر نقل کیا،

نمبر۳ ،**امام ابوداؤد،**

ان کی **تصحیح** کو امام منذری نے **الترغیب والترھیب جلد** ۱ صفحہ ۴۶۸، اور امام سیوطی نے **اللالی ء** ، میں جلد ۲ صفحہ ۳۹ پر نقل کیا،

نمبر۴ ، **امام ابو بکر الآجری ،**

ان کی **تصحیح** کو امام منذری نے **الترغیب والترھیب** میں اور امام سیوطی نے **اللالی ء جلد ۲ صفحہ ۴۳** میں نقل کیا ہے،

نمبر۵ ، **امام دارقطنی ،**

ان کی **تصحیح** کو امام ابن حجر عسقلانی نے ؛**التلخیص الحبیر** جلد ۲ صفحہ ۷ اور امام نووی نے **الاذکار** میں صفحہ ۱۵۸ پر نقل کیا ہے،

نمبر۶ ، **امام حاکم ،**

آپ نے اس کو **مستد رک** میں جلد ۱ صفحہ ۳۱۸-۳۲۰ پر **صحیح** کہا ہے، اور کہا کہ اس کی صحت پر آئمہ کے عمل سے استدلال کیا گیا ہے جیسا کہ امام عبد اللہ بن مبارک،

نمبر۷ ،**امام ابو علی بن السکن،**

ان کی **تصحیح** کو امام ابن حجر نے **التلخیص الحبیر** میں جلد ۲ صفحہ ۷ پر نقل کیا

ہے،

نمبر۸ ، **امام الدیلمی،**

ان کی **تصحیح** کوامام سیوطی نے **اللالیء** میں جلد۲صفحہ۴۳پرنقل کیا ہے،

نمبر۹ ، **امام ابو محمد عبد الرحیم المصری،**

ان کی **تصحیح** کوامام منذری نے **الترغیب والترھیب** جلد۱صفحہ۴۶۸پرنقل کیا ہے،

نمبر۱۰ ،**الحافظ ابو الحسن المقدسی،**

ان کی **تصحیح** کوامام منذری نے **الترغیب والترھیب** میں جلد۱صفحہ۴۶۸پر نقل کیا ہے،

نمبر۱۱ ، **امام ابن منده ،**

نمبر۱۲ ، **امام خطیب بغدادی ،**

نمبر۱۳ ، **ابو سعد السمعانی ،**

نمبر۱۴ ، **ابو الحسن بن المفضل ،**

نمبر۱۵ ، **امام منذری ،**

نمبر۱۶ ، **امام ابن الصلاح ،**

ان تمام کی **تصحیح وتحسین** کوامام سیوطی نے ،**اللالیء** ،میں جلد۲صفحہ۴۲_۴۳ پرنقل کیا ہے،

نمبر۱۷ ، **امام بیہقی ،**

آپ سے بھی اس کی تقویت ثابت ہے،

جیسا کہ امام منذری نے **الترغیب والترھیب** میں جلد۱صفحہ۴۶۹پرنقل کیا کہ آپ نے فرمایا کہ امام عبداللہ بن المبارک یہ نماز پڑھا کرتے تھے اور کئی اور اولیاء وصالحین اس کو دوسرے اولیاء سے بیان کرتے تھے تو یہ اس حدیث مرفوع کی تقویت کیلیے ایک دلیل ہے،

نمبر۱۸ ، **امام نووی ،**

ان کی **تحسین** کیلیے ،**تھذیب الاسماء واللغات** جلد۳صفحہ۱۴۴اور **اللالیء** جلد۲صفحہ۴۳ ملاحظہ فرمائیں،

نمبر۱۹ ، **امام تقی الدین السبکی ،**

ان کی **تحسین** کیلیے ،**الفتوحات الربانیة** ،جلد۴صفحہ۳۱۹اور **شرح الاحیاء للزبیدی** جلد۳صفحہ۴۸۱ ملاحظہ فرمائیں،

نمبر۲۰ ، **امام الحافظ العلائی ،**

ان کی **تصحیح و تحسین** کیلیے ،**النقدالصحیح لما اعترض علیه من حدیث المصابیح**،صفحہ۳۰اور **اللالیء**،جلد۲صفحہ۴۴ ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر۲۱ ، **سراج الدین البلقینی ،**

ان کی **تصحیح** کیلیے ،**اللالیء** جلد۲صفحہ۴۴ ملاحظہ فرمائیں،

نمبر۲۲ ، **امام ابن حجر عسقلانی ،**

ان کی تحسین کو امام سیوطی نے امالی ءالاذکار سے اللالی ءجلد۲ صفحہ ۳۹ پر نقل کیا ہے،

نمبر۲۳ ،امام زرکشی ،انکی تصحیح کو بھی امام سیوطی نے ،اللالی ء جلد۲ صفحہ۴۴ پر نقل کیا ہے،

نمبر۲۴ ،حافظ الزبیدی ،ان کی تصحیح کیلیے شرح الاحیاء جلد ۳ صفحہ۴۷۳ ملاحظہ فرمائیں،

نمبر۲۵ ،امام سیوطی ،

آپ سے بھی اسکی تقویت ثابت ہے جیسا کہ ،اللالیء ،جلد۲ صفحہ ۳۸۔۴۵ اور آپ نے اس کی تصحیح پر ایک مستقل رسالہ بھی تصنیف فرمایا جیسا کہ آپ نے ،اللالی ء، میں ذکر کیا،

نمبر۲۶ ، حافظ ابن حجر الهیتمی ،

آپ کی تحسین کیلیے ،الفتاوی الکبری، جلد۱ صفحہ۱۹ ملاحظہ فرمائیں،

نمبر۲۷ ، ابو الحسن السندی،

آپ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث ثابت ہے،حاشیته علی ابن ماجه جلد۱ صفحہ۴۲۰،

نمبر۲۸ ، علامه عبد الحی الکهنوی ،

ان کی تصحیح وتحسین کیلیے الاثار المرفوغة،صفحہ۱۴۳ ملاحظہ فرمائیں،

نمبر۲۹ ، علامه محمد مبارک پوری ،

ان کی تحسین کیلیے تحفة الاحوذی جلد۱ صفحہ ۳۵۱ ،ومرعاة،جلد۳ صفحہ ۲۵۳ ،ملاحظہ فرمائیں،

نمبر۳۰ ، حافظ ابن ناصر الدین الد مشقی ،

آپ سے بھی اسکی تقویت ثابت ہے جیسا کہ آپ کی تصنیف،الترجیح لصلاة التسبیح ،سے ثابت ہے،

نمبر۳۱ ، ناصر الدین الا لبانی

اس کی تصحیح کیلیے تعلیقه علی المشکاة،جلد۱ صفحہ۴۱۹ اور،صحیح الجامع الصغیر ،جلد۶ صفحہ۲۹۹ ملاحظہ فرمائیں،

نمبر۳۲ ، احمد محمد شاکر ،

اس کی تحسین کیلیے ،تعلیقه علی سنن الترمذی ،جلد۲ صفحہ۳۵۲ ملاحظہ فرمائیں،

نمبر۳۳ ، شعیب الارنائووط ،

اس کی تحسین کیلیے تعلیقه علی شرح السنة؛جلد۴ صفحہ۱۵۷ ملاحظہ فرمائیں،

نمبر۳۴ ، عبد القادر الارنائووط ،

اس کی تصحیح کیلیے ،تعلیقه علی الاذکار صفحہ۱۵۷۔۱۵۸ ملاحظہ فرمائیں،

نمبر۳۵، نور الدین عتر،

اس سے بھی اس کی تقویت ثابت ہے اس کے لیے اس کی کتاب، هدی النبی

صلى الله عليه وسلم **فی الصلوات الخاصة** صفحہ ۲۳۵-۲۴۵ ملاحظہ فرمائیں،

نمبر ۳۶ ، **جاسم بن سليمان الفهيد الد وسری،**

اس نے بھی ،**التنقيح لما جاء فی صلاة التسبيح**، میں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تحت کہا، وھذا اسناد صالح ،صفحہ ۸،

نمبر ۳۷ ، **مسعد عبد الحميد محمد السعد نی،**

اس نے بھی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تحت کہا،وھذا اسناد صالح ،**تعليقه على الترشيح لبيان صلاة التسبيح**، صفحہ ۳۰،

وہ آئمہ وعلماء جنہوں نے اس پر مستقل رسائل واجزاء لکھے،

نمبر ۱ ، **امام ابن منده ،**

اس کا ذکر امام ابن حجر عسقلانی نے اپنی امالی میں کیا جیسا کہ امام سیوطی نے ،**اللالیء** ، میں جلد ۲ صفحہ ۴۳-۴۴ پر ذکر کیا ہے،

نمبر ۲ **امام ابو الحسن الدار قطنی،**

اس کا ذکر ابن ناصر الدین نے صفحہ ۴۶-۵۰-۵۲ پر اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی امالی میں جیسا کہ **شرح الاحیا** جلد ۳ صفحہ ۴۷۷ پر الز بیدی نے ذکر کیا ہے،

نمبر ۳ ، **امام الخطیب البغدادی ،**

اس کا ذکر امام ذھبی نے **تذکرة الحفاظ** جلد ۳ صفحہ ۷۶۱ مترجم پر امام السمعانی سے نقل کیا اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی امالی میں جیسا کہ امام سیوطی نے ،**اللالی ء** جلد ۲ صفحہ ۴۲ اور

ابن ناصر الدین نے ،**الترجیح** صفحہ ۵۴ پر ذکر کیا ہے،

نمبر ۴ ، **امام ابو سعد السمعانی ،**

اس کا ذکر بھی امام ذھبی نے ،**تذکرة الحفاظ** جلد ۴ صفحہ ۸۸۷ پر امام ابن النجار سے نقل کیا اور امام السبکی نے الترشیح میں جیسا کہ **شرح الاحیاء** میں جلد ۳ صفحہ ۴۸۳ پر الزبیدی نے ذکر کیا ہے ،

نمبر ۵ ، **امام ابو موسی المدینی،**

امام السبکی نے اس کا ذکر، الترشیح میں کیا جیسا کہ **شرح الاحیاء** جلد ۳ صفحہ ۴۸۱ پر الزبیدی نے ذکر کیا ہے، اور کہا کہ اس کتاب کا نام،، **دستور الذاکرین ومنشور المتعبدین** ہے، اور اور ابن ناصر الدین نے ،**الترجیح** صفحہ ۴۲-۴۳ پر اور کہا کہ اس کا نام،، **کتاب تصحیح حدیث التسبیح من الحجج الواضحة والکلام الفصیح** ،ہے اور امام ابن حجر نے ،**التلخیص الحبیر** جلد ۲ صفحہ ۷ پر اور کہا اس کا نام ،،**تصحیح صلاة التسبیح** ،ہے،

نمبر ۶ ، **امام تاج الدین السبکی ،**

اس کی طرف بھی الزبیدی نے **شرح الاحیاء** جلد ۳ صفحہ ۴۸۱ پر اشارہ کیا اور کہا کہ اس کا نام،، **الترشیح لصلاة التسبیح** ،ہے،

نمبر ۷ ، **حافظ ابن ناصر الدین الد مشقی ،**

آپ کی کتاب کا نام، **الترجیح لحدیث صلاة التسبیح** ،ہے جو کہ محمود سعید ممدوح کی تحقیق سے **دار البشائر الاسلامیة** سے شائع ہوئی ہے،

نمبر۸ ، امام ابو علی الواحدی ،

آپ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ والی روایت پر ایک کتاب ترتیب دی ہے اور اس کے سارے ابواب اسی سند پر ہیں، اور اس کا ذکر امام سیوطی نے اللالی ء جلد۲ صفحہ ۴۱ میں کیا ہے

نمبر۹، امام ابن حجر عسقلانی ،

اس کا ذکر مسعد عبدالحمید محمد السعدنی نے **تحقیقه علی الترشیح لبیان صلاة التسبیح** صفحہ ۲۰ اور جاسم بن سلیمان نے **التنقیح لما جاء فی صلاة التسبیح** صفحہ ۹۸ پر **اجوبة علی المشکاة** جلد۳ صفحہ ۱۷۸۲ کے حوالے سے نقل کیا ہے،

نمبر۱۰ ، امام الدرانی ،

آپ نے بھی ایک کتاب، **کتاب صلاة التسبیح** کے نام سے لکھی جیسا کہ امام سیوطی نے ،**اللالی ء** میں جلد۲ صفحہ ۴۰ پر ذکر کیا ہے،

نمبر۱۱، امام جلال الدین السیوطی،

آپ نے **التصحیح لصلاة التسبیح** کے نام سے ایک رسالہ لکھا جیسا کہ اس کا ذکر ابن علان نے ،**الفتوحات الربانیة**، جلد۴ صفحہ ۳۱۵ اور حاجی خلیفہ نے **کشف الظنون** جلد۱ صفحہ ۴۱۱ پر کیا ہے،

نمبر۱۲ ، حافظ محمد بن علی بن طولون الدمشقی،

آپ نے بھی اس پر ایک رسالہ ،**الترشیح لبیان صلاة التسبیح** ،کے نام

سے لکھا جو مسعد عبدالحمید محمد السعدنی کی تحقیق کے ساتھ **دار الکتب العلمیة** نے شائع کیا ہے،

نمبر۱۳ ، جاسم بن سلیمان الفهید الدوسری ،

انہوں نے بھی ایک کتاب، **التنقیح لما جاء فی صلاة التسبیح** کے نام سے لکھی جس کو **دار البشائر الاسلامیة** نے شائع کیا ہے،)

اور ایسے ہی امام دار قطنی نے ایک اور سند کے ساتھ صدقہ سے اور انہوں نے عروة بن رویم سے اور انہوں نے ابو الدیلمی سے اور انہوں نے حضرت عباس بن عبدالمطلب سے روایت کی انہوں نے کہا کہ

قال رسول الله ﷺ الا اهب لک الا اعطیک الا امنحک فظننت انه یعطینی من الدنیا شیئا لم یعطه احدا قبلی قال اربع رکعات اذا قلت فیهن ما اعلمک غفر الله لک تبدء فتکبر ثم تقراء فاتحة الکتاب وسورة ثم تقول سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر خمس عشر مرة فاذا رکعت فقل مثل ذلک عشر مرات فاذا قلت سمع الله لمن حمد

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا میں تجھے ہبہ نہ کروں؟ کیا میں تجھے عطا نہ کروں؟ کیا میں تجھے نہ دوں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے گمان کیا کہ شائد مجھے کوئی دنیاوی چیز دینے والے ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی ہو آپ ﷺ نے فرمایا کہ چار رکعت اس طرح پڑھ کہ جب تو پڑھے گا جو میں تجھے بتاؤں تو اللہ تجھے بخش دے گا نماز اس طرح شروع کر کہ سب سے پہلے تکبیر کہ پھر فاتحۃ الکتاب اور اس کے ساتھ کوئی سورت

الله قلت مثل ذلک عشر مرات فاذا سجدت فقل مثل ذلک عشر مرات فاذا رفعت راسک فقل مثل ذلک عشر مرات فاذا سجدت الثانية فقل مثل ذلک عشر مرات فاذا رفعت راسک فقل مثل ذلک عشر مرات قبل ان تقوم ثم افعل فی الرکعة الثانية مثل ذلک غير انک اذا جلست للتشهد قلت ذلک عشر مرات قبل التشهد ثم افعل فی الرکعتين الباقيتين مثل ذلک فان استطعت ان تفعل فی کل يوم والا ففی کل جمعة والا ففی کل شهروالا ففی کل شهرين والاففی کل سنة

پڑھ پھر تسبیح سبحان اللہ۔۔۔الخ پندرہ بار کہہ پھر رکوع کر اور اسی طرح دس بار تسبیح پڑھ پھر سمع اللہ لمن حمدہ (حمد اللہ) کہہ پھر دس بار یہ تسبیح پڑھ پھر سجدہ کر تو اسی طرح دس بار تسبیح پڑھ پھر جب سجدہ سے سر اٹھا تو اسی طرح دس بار تسبیح پڑھ پھر جب دوسرا سجدہ کر تو پھر اسی طرح دس بار تسبیح پڑھ پھر جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھا تو کھڑا ہونے سے پہلے پھر دس بار تسبیح پڑھ پھر اسی طرح دوسری رکعت میں کر سوائے اس کے کہ جب تو تشہد کیلیے بیٹھے تو تشہد سے پہلے دس بار تسبیح پڑھ پھر اسی طرح دوسری دونوں رکعتوں میں کر پس اگر تو ہر روز پڑھنے کی استطاعت رکھے تو پڑھ اگر نہیں تو ہر جمعہ کو پڑھ اگر اسکی طاقت نہیں تو ہر مہینے میں ایک بار پڑھ اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو دو ماہ میں ایک بار پڑھ اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو سال میں ایک بار پڑھ

تخریج حدیث،

اخرجه الدارقطنی فی صلاۃ التسبیح کمافی الترجیح صفحہ ۴۶، وفی الافراد کمافی الخصال المکفرۃ صفحہ ۴۳ کمافی التنقیح صفحہ ۱۹، وابونعیم فی قربان المتقین وابن شاهين فی الترغيب کمافی اللالیء جلد۲ صفحہ ۴۰، وابن الجوزی فی الموضوعات جلد۲ صفحہ ۱۴۳،

كلهم من طريق موسى بن اعين عن ابى رجاء عن صدقة عن عروة بن رويم عن الديلمى عن العباس قال قال لى رسول الله ﷺ ....الخ

رواۃ حدیث،

نمبر۱، **موسی بن اعین ابو سعید الحرانی،**

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں،، ثقۃ عابد،، (تقریب صفحہ ۶۱۵)

اور امام ذھبی فرماتے ہیں،، ثقۃ،، (کاشف علی تقریب صفحہ ۶۱۵)

اور امام صفی الدین الخزرجی فرماتے ہیں،، وثقہ ابوحاتم،، (خلاصہ تذھیب تھذیب الکمال جلد۳ صفحہ ۶۲)

نمبر۲، **ابی رجاء، محرز بن عبد الله الجزری،**

امام ذھبی فرماتے ہیں،، ثقۃ،، (کاشف صفحہ ۵۸۱)

اور امام صفی الدین الخزرجی فرماتے ہیں،، وثقہ ابوحاتم،، (خلاصہ جلد۳ صفحہ ۱۳)

نمبر۳، **صدقة الدمشقی، ابن عبد الله السمين،**

گو کہ جمھور نے اس کی تضعیف کی ہے لیکن امام دحیم، اور سعید بن عبدالعزیز نے اس کی توثیق

کی ہے،امام ذھبی فرماتے ہیں،،

عمر و بن ابی سلمة،سمعت سعید بن عبد العزیز یقول ؛جاء نی الاوزاعی، فقال لی ؛من حدثک بذاک الحدیث ؟ قلت ؛الثقة عندی وعندک؛ صدقة بن عبد الله،(میزان الاعتدال جلد۲ صفحہ ۳۱۱)

عمرو بن ابی سلمہ فرماتے ہیں میں نے حضرت سعید بن عبد العزیز کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں امام اوزاعی کے پاس گیا، تو آپ نے مجھ سے فرمایا، کہ تجھ سے یہ حدیث کس نے بیان کی ؟ میں نے کہا کہ جو میرے اور آپ کے نزدیک ثقہ ہے یعنی صدقہ بن عبد اللہ،

اور امام صفی الدین الخزرجی فرماتے ہیں،، وثقہ دحیم،، (خلاصہ جلد ا صفحہ ۴۶۷)

اور امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں

قال الحافظ فی الامالی، رجاله ثقات الا صدقة وهو الدمشقی کمانسب فی روایة ابی نعیم وابن شاهین ،ووقع فی روایة الدارقطنی غیر منسوب، فاخرجه ابن الجوزی فی الموضوعات من طریق الدار قطنی وقال ،صدقة هذا هو ابن یزید الخراسانی ، ونقل کلام الائمة فیه، ووهم فی ذلک والدمشقی هو ابن عبدالله ویعرف با لسمین ضعیف من قبل حفظه ،و وثقه جماعة فیصلح فی المتابعات، بخلاف الخراسانی فانه متروک عند الاکثر،

(اللالیء المصنوعة جلد۲ صفحہ ۴۰)

حافظ (عسقلانی) نے امالی میں کہا کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے صدقہ کے جو دمشقی ہے جیسا کہ ابونعیم اور ابن شاہین کی روایت میں اس کی وضاحت ہے اور دارقطنی کی روایت میں غیر منسوب واقع ہوا ہے، پس ابن الجوزی نے اس کو دارقطنی کے حوالے سے موضوعات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس میں راوی صدقہ بن یزید الخراسانی ہے اور اس راوی کے بارے میں آئمہ کا کلام نقل

کیا ہے، اور (ابن جوزی) کو صدقہ الدمشقی اور الخراسانی میں وھم ہو گیا وہ دمشقی کو ابن عبد اللہ الخراسانی سمجھے حالانکہ دمشقی کا والد عبداللہ السمین کے ساتھ معروف ہے اس پر حفظ کے قبیل سے ضعف کی جرح ہے اور محدثین کی ایک جماعت نے اس کی توثیق کی ہے اور یہ متابعات میں پیش کیا جاسکتا ہے، بخلاف الخراسانی کے کیونکہ وہ اکثریت کے نزدیک متروک الحدیث ہے

نمبر۴ ، **عروة بن رويم ،**

امام صفی الدین الخزرجی فرماتے ہیں،، وثقہ النسائی،، (خلاصہ جلد۲ صفحہ ۲۲۶)

اور امام ذھبی نے الکاشف میں صفحہ ۴۲۵ پر بھی یہی فرمایا،

نمبر۵ ، **ابو الدیلمی ،عبد الله بن فیروز،**

امام صفی الدین الخزرجی فرماتے ہیں،، وثقہ ابن معین والعجلی،، (خلاصہ جلد۲ صفحہ ۸۸)

اور امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں،، ثقة من کبار التابعین ،، (تقریب صفحہ ۳۳۵)

نمبر۶، **حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب،**

اور اسی طرح امام دارقطنی نے ایک اور سند کے ساتھ، موسی بن عبیدہ، سے روایت کی انہوں

نے کہا کہ ہمیں خبر پہنچائی، سعید بن ابی سعید مولی ابی بکر بن حزم، نے انہوں نے ابورافع رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کے غلام سے روایت کی انہوں نے کہا کہ،

قال رسول الله ﷺ للعباس الا اصلك الا احبوك قال بلى قال صل اربع ركعات تقراء فى كل ركعة بفاتحة الكتاب و سورة فاذا انقضت القراء ة فقل الله اكبر والحمد لله و سبحان الله ولا اله الا الله خمس عشر مرة قبل ان تركع ثم اركع فقلها عشرا قبل ان ترفع راسك ثم ارفع راسك فقلها عشرا ثم اسجد فقلها عشرا ثم ارفع راسك فقلها عشرا قبل ان تقوم فتلك خمس وسبعون فى كل ركعة وهى ثلثمائة فى اربع ركعات فلو كانت ذنوبك مثل رمل عالج غفرها الله لك قال يا رسول الله ﷺ من لم يستطع قال من يستطيع ان يقولها فى كل يوم فان لم

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمھارے ساتھ صلہ رحمی نہ کروں؟ کیا میں تمھارے لیے پسند نہ کروں؟ تو انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ چار رکعتیں پڑھ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھ جب تو قراءۃ ختم کرلے تو تسبیح اللہ اکبر۔۔۔الخ پندرہ مرتبہ رکوع کرنے سے پہلے پڑھ پھر رکوع کر اور رکوع میں دس بار یہی تسبیح پڑھ سر اٹھانے سے پہلے پھر سر اٹھا تو اس وقت دس بار یہی تسبیح پڑھ پھر سجدہ کر تو اس میں دس بار یہی تسبیح پڑھ پھر سر اٹھا تو اس وقت دس بار یہی تسبیح پڑھ کھڑا ہونے سے پہلے اس طرح یہ ہر ایک رکعت میں پچھتر (۷۵) بار ہوگئی اور چار رکعتوں میں تین سو بار (۳۰۰) پس اگر تیرے گناہ ریت کے زروں جتنے بھی ہوں تو

تستطع فقلها فى كل جمعة و ان لم تستطع فقلها فى كل شهر فلم يزل يقول له حتى قال قلها فى كل سنة

بھی اللہ ان کو معاف فرمادے گا عرض کیا یارسول اللہ ﷺ جو اس کی طاقت نہ رکھتا ہو آپ ﷺ نے فرمایا جو طاقت رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ ہر روز پڑھے اور جو اس کی طاقت نہ رکھے تو وہ اس کو ہر جمعہ کو پڑھے تو اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو وہ ہر سال میں ایک بار ضرور پڑھے

نوٹ ،

اس روایت کے الفاظ میں خطاء شدید ہے اس لیے ہم یہاں، جامع الترمذی، کے الفاظ نقل کرتے ہیں، اور ہم نے اوپر ترجمہ بھی انہیں الفاظ کے مطابق کیا ہے، ان الفاظ سے ہر رکعت میں (۵۵) بار ثابت ہے جبکہ ہر رکعت میں تعداد (۷۵) بار ہے،،

جامع الترمذی کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں،

عن ابی رافع قال: قال رسول الله ﷺ للعباس: یا عم، الا اصلك، الا احبوك، الا انفعك؟ قال: بلى يا رسول الله ﷺ، قال: يا عم صل اربع ركعات تقراء فى كل ركعة بفاتحة الكتاب و سورة، فاذا انقضت القراء ة فقل: الله اكبر، والحمد لله، وسبحان الله، ولا اله الا الله، خمس عشرة مرة قبل ان تركع، ثم اركع فقلها عشرا، ثم ارفع راسك فقلها عشرا، ثم اسجد فقلها عشرا، ثم ارفع راسك فقلها عشرا، ثم اسجد الثانية فقلها

عشرا ، ثم ارفع راسک فقلها عشرا قبل ان تقوم فتلک خمس وسبعون فی کل رکعة ، وهی ثلا ثما ئة فی اربع رکعات . فلو کانتذنوبک مثل رمل عالج لغفرها الله لک قال : یا رسول الله ﷺ و من یستطیع ان یقولها فی کل یوم ؟ قال : فان لم تستطع ان تقولها فی کل یوم فقلها فی جمعة ،فان لم تستطع ان تقولها فی جمعة فقلها فی شهر ،فلم یزل یقول له حتی قال : فقلها فی سنة ،

تخریج حدیث،

اخرجہ الترمذی فی الجامع صفحہ ١٧١ برقم ٤٨١ ، وابن ماجہ فی السنن صفحہ ٢٠٤ برقم ١٣٨٦ ، والطبرانی فی (الکبیر جلد ١ صفحہ ٣١١ برقم ٩٨٧ ، والدارقطنی فی صلاة التسبیح کمافی الترجیح صفحہ ٥٠ ، وابن الجوزی فی الموضوعات جلد ٢ صفحہ ١٤٤ ، وابونعیم فی قربان المتقین کمافی اللالیٔ جلد ٢ صفحہ ٤١ ، والخطیب فی صلاة التسبیح کمافی الترشیح صفحہ ٥١ والمزی فی تھذیب الکمال جلد ٧ صفحہ ٢٠٩)

اس روایت کی سند میں موسی بن عبیدہ الربذی ہے جس کے متعلق امام احمد اور ابن معین نے فرمایا ،،لیس بشئی ،، اور ابن المدینی ،ابوزرعہ ،ترمذی ،نسائی ،ابن حبان ،ابن قانع نے اس کی تضعیف کی اور یعقوب بن شیبہ نے کہا کہ سچا ہے لیکن سخت ضعیف ہے اور وکیع بن الجراح نے اس کی توثیق کی ہے ،(کمافی تھذیب التھذیب للحافظ عسقلانی جلد ١٠ صفحہ ٣٥٦ ـ ٣٦٠)

اور ایک راوی سعید بن ابی سعید ہے جس کی توثیق ابن حبان نے کی ہے لیکن حافظ ابن حجر نے تقریب میں اس کو مجہول کہا ہے ،(کمافی التقریب صفحہ ٢٢٦ ، والتھذیب جلد ٤ صفحہ ٣٧)

توامام ابن لجوزی نے امام دارقطنی کے یہ طرق اپنی کتاب ،،الموضوعات ،، میں ذکر کیے ہیں

اور کہا ہے کہ یہ ثابت نہیں

کیونکہ موسی بن عبدالعزیز ہمارے نزدیک مجہول ہے اور صدقہ ضعیف ہے اور موسی بن عبیدہ بھی ضعیف ہے ،اور امام یحی نے کہا کہ یہ ،،لیس بشئی ؛ ہے ،

اور تحقیق امام ابن الجوزی کا بعد میں آنے والے نقاد محدثین نے تعاقب کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ نماز تسبیح کی احادیث محققین کے نزدیک صحیح یا حسن ہیں اور امام ابن الجوزی کا ان کو موضوعات میں شمار کرنا ان کا تساھل ہے ،

امام سیوطی نے ،،مرقاۃ الصعود شرح ابی داوٗد ،، میں فرمایا کہ ابن الجوزی نے اس حدیث کو ،، موضوعات ،، میں شمار کر کے افراط سے کام لیا ہے ،اور ابن الجوزی نے اس کو موضوعات میں شمار کرنے کی علت یہ بتائی ہے کہ اس میں موسی بن عبدالعزیز ہے اور وہ مجہول ہے ،

اور امام حافظ ابن حجر نے ؛الخصال المکفرۃ للذنوب المقدمة والموخرة ؛ میں کہا کہ ابن الجوزی کا اس حدیث کو موضوع کہنا ان کی غلطی ہے ،

اور ابن الجوزی کا موسی بن عبدالعزیز کو مجہول کہنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ابن معین اور امام نسائی نے اس کی توثیق کی ہے ،

اور انہی (ابن حجر) نے ہی : امالی الاذکار : میں کہا کہ اس حدیث کی امام بخاری نے جزء القراءۃ میں اور امام ابوداوٗد ،امام ابن ماجہ ،اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں تخریج کی ہے ،

اور امام حاکم نے مستدرک میں بیان کر کے کہا ہے کہ یہ صحیح ہے ،

اور امام بیہقی نے بھی اس کی تخریج کی ہے ،

جبکہ امام ابن شاہین نے :الترغیب والترھیب : میں کہا کہ میں ـ نے ابوبکر بن ابی داوٗد سے سنا

انہوں نے اپنے والد سے سنا وہ کہتے ہیں کہ صلاۃ التسبیح میں یہ حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے،

اور کہا کہ، موسی کو امام ابن معین، ابن حبان نے ثقہ کہا ہے اور بہت سارے لوگوں نے اس سے روایت لی ہے،

امام بخاری نے اس سے: جزء القراءۃ: میں روایت لی اور: الادب المفرد: میں، باب سماع الرعد، میں اس سے تخریج کی ہے، اور یہ تمام امور اس راوی کو جہالت سے نکال دیتے ہیں،

اور اس حدیث کو صحیح یا حسن کہنے والے بہت سارے ہیں، جبکہ امام ابن مندہ نے اس حدیث کی تصحیح پر مستقل کتاب لکھی ہے،

اور امام آجری، خطیب بغدادی، ابوسعد السمعانی، ابوموسی المدینی، ابوالحسن بن مفضل، منذری، ابن الصلاح، اور امام نووی نے تھذیب الاسماء واللغات اور بہت سارے دوسرے محدثین نے اس کی تصحیح کی ہے،

اور امام دیلمی نے مسند الفروس میں کہا کہ نماز تسبیح مشہور ترین نمازوں میں سے ہے اور یہ سندا صحیح ہے،

اور امام بیہقی نے ابوحامد سے نقل کیا کہ میں امام مسلم بن الحجاج کے پاس تھا اور میرے پاس یہ حدیث تھی میں نے امام مسلم سے سنا کہ وہ فرما رہے تھے کہ اس سے اچھی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت نہیں کی گئی،

اور امام ترمذی نے فرمایا کہ امام عبداللہ بن مبارک وغیرہ اھل علم کو دیکھا گیا ہے کہ وہ نماز تسبیح پڑھا کرتے تھے اور اس کی فضیلت بیان کیا کرتے تھے،

امام بیہقی نے کہا کہ امام عبداللہ بن مبارک یہ نماز پڑھا کرتے تھے، اور کئی اولیاء وصالحین اس کو

دوسرے اولیاء اللہ سے بیان کرتے تھے تو یہ اس حدیث مرفوع کی تقویت کیلیے ایک دلیل ہے،

اور امام ابن حجر نے فرمایا کہ امام عبداللہ بن مبارک سے پہلے اس کی روایت کی اور صراحت کے ساتھ پڑھا وہ ابوالجوزاء ثقات تابعین میں سے ہیں، اور یہ محدثین کی ایک جماعت کے نزدیک ثابت شدہ ہے،

اور حدیث حضرت ابن عباس کے کئی طرق اور متابع ہیں،

اور اس میں موسی حکم بن ابان سے اور وہ ابراھیم بن الحکم سے روایت کرتا ہے اس کو امام ابن خزیمہ واسحاق بن راھویہ اور حاکم نے روایت کیا ہے، اور حضرت ابن عباس سے عکرمہ کا تابع عطاء اور مجاھد ہیں،

اور اسی طرح یہ حدیث حضرت عباس اور ان کے صاحبزادے حضرت فضل بن عباس، ابورافع، عبداللہ بن عمرو، عبداللہ بن عمر، علی المرتضی، جعفر بن ابی طالب اور ان کے صاحبزادے عبداللہ اور ام سلمہ اور انصاری رضی اللہ عنھم سے بھی مروی ہے،

اور اس انصاری سے امام ابوداؤد نے روایت کی ہے اور اس کی سند حسن ہے،

اور امام ابوالحجاج جمال الدین المزی نے کہا کہ یہ انصاری جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں،

اور امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ ابوکبشہ الانماری ہے،

اور انہوں (سیوطی) نے اس بات کو موضوعات کی تلخیص میں بیان فرمایا ہے، اور وہ: اللالیء المصنوعۃ: ہے اور ایسے ہی: النکت البدیعات علی الموضوعات: میں اس کو بڑی شرح وبسط کے ساتھ وضاحت کی ہے اور اسی طرح: التعلیق علی الترمذی: میں اس سے زیادہ مفصل بیان

فرمایا ہے بلکہ اپنی تمام تعلیقات جو انہوں نے کتب عشرہ پر لکھی ہیں، جیسا کہ موطا و مسند شافعی ،صحاح ستہ، شمائل ترمذی اور مسند ابی حنیفہ میں اس بات پر کافی سیر حاصل بحث کی ہے،

اور امام سیوطی ہی نے :قوت المغتذی شرح جامع الترمذی: میں فرمایا کہ امام ابن الجوزی کا اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کرنا مبالغہ ہے،

اور انہوں نے اس کو موضوعات میں شمار کرنے کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس میں موسی بن عبیدہ الزبدی (الاثار المرفوعہ میں الزبیدی ہے جو کہ خطاء ہے) راوی ہے حالانکہ بات ایسی نہیں جیسا کہ ابن الجوزی نے کہا ہے،

اگر چہ یہ حدیث اس وجہ سے ضعیف ہے لیکن یہ موضوع کے درجے تک ہرگز نہیں پہنچتی، اور موسی کی اگر چہ تضعیف کی گئی ہے لیکن ابن سعد نے کہا کہ ثقہ ہے لیکن حجت نہیں اور یعقوب بن شیبہ نے کہا، صدوق ضعیف الحدیث جدا، کہ سچا ہے لیکن ضعیف الحدیث ہے،

اور اس کا شیخ سعید کہ مصنف کہ پاس اس حدیث کے سوا اس کی کوئی دوسری روایت نہیں ہے ،

اور امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں شمار کیا ہے،

اور امام ذھبی نے میزان میں کہا کہ اس سے سوائے موسی بن عبیدہ کے کوئی روایت نہیں کرتا،

امام ابن حجر عسقلانی نے ؛امالی بتخریج احادیث الاذکار المسمی بنتائج الافکار، میں فرمایا کہ نماز تسبیح کی فضیلت میں عبداللہ بن عباس اور ان کے بھائی فضل بن عباس اور ان دونوں کے باپ حضرت عباس اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عمرو اور ابو رافع اور علی بن ابی طالب اور ان کے بھائی جعفر بن ابی طالب اور ان کے بیٹے عبداللہ بن جعفر اور ام سلمہ اور الانصاری رضی اللہ عنھم بغیر نام کے (اور کہا گیا ہے کہ اس کا نام جابر بن عبداللہ

رضی اللہ عنہ ہے) سے احادیث مروی ہیں،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما،

کی حدیث کو امام ابوداؤد، ابن ماجہ، حسن بن علی المعمر ی نے کتاب الیوم واللیلۃ میں عبد الرحمٰن بن بشر بن الحکم سے انہوں نے موسی بن عبد العزیز سے انہوں نے حکم بن ابان انہوں نے عکرمہ اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ سند حسن ہے،

اور امام حاکم نے امام نسائی سے کہ انہوں (امام نسائی) نے اپنی کتاب الصحیح میں (مراد سنن) عن عبد الرحمٰن کے الفاظ زیادہ کیے ہیں لیکن ہم نے امام نسائی کی سنن الصغری اور سنن الکبری دونوں میں دیکھا یہ الفاظ ہمیں نظر نہیں آئے (واللہ اعلم)

اور امام حاکم اور امام المعمر ی نے بھی اس کو بشر بن الحکم عبد الرحمٰن کے والد انہوں نے موسی کی سند سے اس کو روایت کیا ہے،

اور امام ابن شاہین نے بھی اپنی کتاب الترغیب والترھیب میں اسحاق بن اسرائیل عن موسی کی سند سے اس کو روایت کیا ہے

اور امام ابن شاہین نے کہا کہ میں نے ابو بکر بن ابی داؤد سے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا انہوں نے کہا کہ نماز تسبیح میں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ صحیح ترین ہے،

امام حاکم نے کہا کہ اس حدیث کی صحت پر آئمہ کے عمل سے استدلال کیا گیا ہے جیسا کہ امام عبداللہ بن مبارک کا عمل،

امام ترمذی نے کہا کہ امام عبداللہ بن مبارک اور دیگر بہت سارے اھل علم صلاۃ التسبیح پڑھا

کرتے تھے اور اس کی فضیلت بیان کیا کرتے تھے،

امام حاکم نے ایک اور مقام پر کہا کہ اس کے زیادہ صحیح طرق میں سے وہ طریق (سند) ہے جس کو امام اسحاق بن راھویہ نے روایت کیا وہ ابراھیم بن الحکم عن ابیہ عن عکرمة عن ابن عباس کی سند ہے،

اور اس کی ایک اور سند یہ ہے، جس کو امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں (جلد ۱۱ صفحہ ۱۳۰ برقم ۱۱۳۶۵) عن ابراھیم بن نائلہ عن شیبان بن فروخ عن (طبرانی میں ثنا نافع ہے) نافع ابی (طبرانی میں ابوھرمز ہے) ھرمز عن عطاء عن ابن عباس سے روایت کیا، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے ابوھرمز کے کہ وہ متروک ہے،

اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں (کمافی المجمع جلد ۲ صفحہ ۲۸۲) عن ابراھیم بن ھاشم البغوی عن عزیز (یہ خطاء ہے اصل میں محرز بن عون ہے کمافی التقریب والکاشف صفحہ ۵۸۱) بن عون عن یحی بن عتیبة (یہ بھی خطاء ہے اصل میں یہ یحی بن عقبہ ہے کما فی المیزان الاعتدال جلد ۴ صفحہ ۳۹۷ واللسان المیزان جلد ۶ صفحہ ۲۷۰ وفی المجمع وفی الترشیح ۳۷:) بن ابی العیزار عن محمد بن حجادة عن ابی الجوزاء عن ابن عباس، کی سند سے روایت کی ہے، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے یحی بن عقبہ کے کہ وہ متروک ہے،

اور امام ابوداؤد نے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث پر کلام کرتے ہوئے ذکر فرمایا کہ روح بن المسیب اور جعفر بن سلیمان نے عمرو بن مالک عن ابی الجوزاء کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت کی ہے،

(روح بن المسیب کی سند سے تو امام دارقطنی نے روایت کی ہے، کمافی الترجیح صفحہ ۵۸ اور اسی

طرح امام خطیب البغدادی نے بھی کمافی الترشیح صفحہ ۳۹ لیکن جعفر بن سلیمان کی سند جس کی طرف امام ابوداؤد نے اشارہ کیا ہے اس سے میں واقف نہیں ہوسکا، ارشد مسعود عفی عنہ)

روح بن المسیب کی روایت کو الدرانی نے کتاب صلاۃ التسبیح میں یحی بن یحی النیشابوری کے طریق سے موصول روایت کی ہے،

اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ الاولیاء جلد ۱ صفحہ ۲۵_۲۶، والطبرانی فی الاوسط کمافی المجمع جلد ۲ صفحہ ۲۸۲، وابن ناصر الدین فی الترجیح صفحہ ۷۱_۷۲،) عن ابراھیم بن محمد الصنعانی عن ابی الولید ھشام بن ابراھیم المخزومی عن موسی بن جعفر عن ابی کثیر عن عبد القدوس بن حبیب عن مجاھد عن ابن عباس ، کی سند سے مرفوع بیان کی ہے، اور عبدالقدوس میں ضعف شدید ہے،

اس سند میں شدید خطاء واقع ہے اصل میں سند یوں ہے،، سلیمان بن احمد ثنا ابراھیم بن احمد ابن برۃ الصنعانی ثنا ھشام بن ابراھیم ابوالولید المخزومی ثنا موسی بن جعفر ابن ابی کثیر عن عبد القدوس بن حبیب عن مجاھد عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ قال لہ ۔۔۔ الخ

(کمافی الحلیۃ جلد ۱ صفحہ ۲۵)

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنھما،

والی روایت کو امام ابونعیم نے: کتاب القربان: میں موسی بن اسماعیل عن عبد الحمید بن عبد الرحمن الطائی عن ابیہ عن ابی رافع عن الفضل بن العباس ان النبی ﷺ کی سند سے روایت کی ہے، اور کہا کہ الطائی مذکور کو میں نہیں جانتا اور نہ ہی اس کے باپ کو اور میرا خیال ہے کہ اس سند میں ابورافع الطائی کا شیخ ہے نہ کہ صحابی رسول ﷺ بلکہ

یہ اسماعیل بن رافع ہے جو کہ ضعیف راویوں میں سے ایک ہے،

تخریج حدیث،

(اخرجہ ابونعیم فی القربان المتقین ، کمافی اللالی ءجلد۲ صفحہ ۴۰، والخطیب البغدادی فی صلاۃ التسبیح کمافی الترشیح لبیان صلاۃ التسبیح صفحہ ۵۳، من طریق، عبد الملک ہارون بن عنترۃ عن ابیہ عن جدہ عن الفضل بن عباس ،قال دخلت علی رسول اللہ ﷺ ۔۔الخ)

حدیث حضرت عباس رضی اللہ عنہ،

اس کو امام ابونعیم نے: کتاب القربان ؛اور ابن شاہین نے الترغیب والترھیب ، میں اور دار قطنی نے الافراد میں موسی بن اعین عن ابی رجاء عن صدقۃ الدمشقی عن عروۃ بن رویم عن الدیلمی عن العباس ، کی سند سے روایت کیا ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے صدقہ کے جو دمشقی ہے جیسا کہ ابونعیم وابن شاہین کی روایت میں اس کی وضاحت ہے اور دار قطنی کی روایت میں غیر منسوب واقع ہوا ہے،

امام ابن الجوزی نے اس کو دار قطنی کے حوالے سے موضوعات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس میں راوی صدقہ بن یزید الخراسانی ہے اور اس راوی کے بارے میں آئمہ کا کلام نقل کیا ہے اور ابن الجوزی کو صدقہ الدمشقی اور الخراسانی میں وھم ہو گیا وہ دمشقی کو ابن عبد اللہ الخراسانی سمجھے حالانکہ دمشقی کا والد عبد اللہ، السمین ، کے ساتھ معروف ہے اس پر حفظ کے قبیل سے ضعف کی جرح ہے اور محدثین کی ایک جماعت نے اس کو ثقہ کہا ہے اور یہ متابعات میں پیش کیا جاسکتا ہے، بخلاف الخراسانی کے کیونکہ وہ اکثریت کے نزدیک متروک الحدیث ہے،

اور سند میں جو ابورجاء واقع ہے اس کا نام عبد اللہ بن محرز الجزری ہے

(اسکا نام محرز بن عبد اللہ الجزری ہے جیسا کہ کتب اسماء الرجال میں ہے کمافی التقریب لابن حجر عسقلانی صفحہ ۵۸۱ وفی التھذیب التھذیب جلد۱۰ صفحہ ۵۶ وجلد۱۲ صفحہ ۹۴ والکاشف للذھبی صفحہ ۵۸۱، ارشد مسعود عفی عنہ) اور ابن الدیلمی کا نام عبد اللہ بن فیروز الدیلمی ہے،

تخریج حدیث ،

(اخرجہ الدارقطنی فی صلاۃ التسبیح کمافی الترجیح صفحہ ۴۶، وفی الافراد کمافی الخصال المکفرۃ صفحہ ۴۳، وابونعیم فی قربان المتقین وابن شاہین فی الترغیب کمافی اللالی ءجلد۲ صفحہ ۴۰ وابن الجوزی فی الموضوعات جلد۲ صفحہ ۱۴۳)

اور حدیث حضرت عباس رضی اللہ عنہ، کی ایک اور سند ہے، جس کو ابراھیم بن احمد العربی (یہ المقری ہے، جیسا کہ، الترشیح میں ہے ابوالقاسم ابراھیم بن احمد بن جعفر الخرقی المقری، صفحہ ۵۰ اور الترجیح صفحہ ۴۳) نے اپنے: فوائد: میں روایت کیا ہے،

اور اس کی سند میں حماد بن عمرو النصیبی ہے اس پر کذب کی تہمت ہے،

تخریج حدیث

(اخرجہ المقری فی فوائدہ، والخطیب البغدادی کمافی الترشیح صفحہ ۵۰ وفی الترجیح صفحہ ۴۳ والحافظ فی الامالی کمافی اللالی ءجلد۲ صفحہ ۴۰)

حدیث عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ،

تو اس کو امام ابوداؤد نے مھدی (یہ خطاء ہے اصل میں یہ مھدی بن میمون ہے جیسا کہ سنن ابو

داؤد میں ہے) بن میمون عن (یہاں ابوداؤد میں حدثنا ہے) عمرو بن مالک عن ابی الجوزاء قال حدثنی رجل کانت له صحبة یرون انه عبد الله بن عمرو (یہاں ابوداؤد میں قال: قال لی النبی ﷺ ہے) ان النبی ﷺ، کی سند سے روایت کیا ہے،

امام ابوداؤد نے کہا، المستمر بن الریان وہ ابوالجوزاء سے اور وہ عبداللہ بن عمرو سے موقوف بیان کرتے ہیں، (ابوداؤد فی السنن صفحہ ۲۰۵، دار ابن حزم)

امام منذری نے فرمایا اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں لیکن اس میں اختلاف ہے کہ ابوالجوزاء حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتا ہے یا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ،اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ عبداللہ بن عمرو سے روایت کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے موقوف اور مرفوع ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے،

اور دارقطنی نے ان تمام اختلافات کی تخریج کی ہے،

تخریج حدیث ،

(اخرجہ ابوداؤد فی السنن صفحہ ۲۰۵ برقم ۱۲۹۸، والبیہقی فی السنن الکبری جلد ۳ صفحہ ۵۲)

حدیث ابن عمرو کا ایک اور طریق ہے جس کو دارقطنی نے ،عن عبد الله بن سلیمان بن الاشعث عن محمود بن خالد عن الثقة عن عمر بن عبد الواحد عن (ابن ثوبان ہے کمافی الترجیح صفحہ ۶۴، وفی الترشیح صفحہ ۵۶) ثوبان عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ، کی سند سے مرفوعا روایت کیا ہے،

تخریج حدیث،

(اخرجہ الدارقطنی کمافی الترجیح صفحہ ۶۴، والخطیب کمافی الترشیح صفحہ ۵۶)

اور امام ابن شاہین نے ایک اور وجہ سے بسند ضعیف عمرو بن شعیب سے روایت کی ہے،

تخریج حدیث،

(اخرجہ ابن شاہین کما قال الحافظ فی الامالی ۔ کمافی اللالی ء جلد ۲ صفحہ ۴۱)

حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما،

اس کو امام حاکم نے ،المستدرک، میں عن یزید بن ابی حبیب عن نافع عن ابن عمر، کی سند سے مرفوعا بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ سند صحیح ہے اور اس پر کوئی غبار نہیں ہے،

لیکن امام ذھبی نے اس پر تلخیص میں تعقب کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند میں احمد بن داؤد بن عبدالغفار الحرانی ہے اس کو دارقطنی نے جھوٹا کہا ہے،

تخریج حدیث ،

(اخرجہ الحاکم فی المستدرک جلد ۱ صفحہ ۳۱۹ وفی الترجیح صفحہ ۶۵، وفی الترشیح صفحہ ۵۸)

حدیث حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ،

اور حضرت ابورافع کی حدیث کو ترمذی، ابن ماجہ القزوینی، اور ابونعیم نے کتاب القربان میں ،زید بن الحباب عن موسی بن عبیدة عن سعید بن ابی سعید مولی ابی بکر بن محمد بن عمرو ابن حزم عن ابی رافع ،کی سند کے ساتھ مرفوعا بیان کیا ہے،

اس میں موسی الزبدی زبردست ضعیف ہے،

تخریج حدیث،

(پیچھے گزر چکی ہے)

حدیث حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ،

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی روایت کو امام دارقطنی نے، عمر مولی عفرۃ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اے علی رضی اللہ عنہ کیا میں تجھے عطا نہ کروں۔۔۔۔الخ،

اس کی سند میں انقطاع کے ساتھ ساتھ ضعف بھی ہے،

تخریج حدیث،

(اخرجہ الدارقطنی فی صلاۃ التسبیح۔کمافی الترجیح صفحہ ۵۰۔۵۱، وفی الترشیح صفحہ ۴۴)

اوراس کا ایک اور طرق وہ ہے جس کو؛ امام الواحدی؛ نے ابن الاشعث عن موسی بن جعفر بن اسماعیل بن موسی بن جعفر الصادق عن آباءہ نسقا الی علی رضی اللہ عنہ (لیکن اس سند میں خطاء واقع ہے اصل میں سند یوں ہے، ابی علی محمد بن محمدبن الاشعث الکوفی ثنا ابو الحسن موسی بن اسماعیل بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ثنا ابی عن ابیہ عن جدہ عن علی بن الحسین عن ابیہ عن علی بن ابی طالب ... کما فی الترجیح وفی الترشیح)

کے طریق سے روایت کیا ہے، اوراس سند پر ابوعلی الواحدی نے کتاب ترتیب دی ہے جس کے سارے ابواب اس سند پر ہیں، لیکن اس میں طعن کیا گیا ہے،

تخریج حدیث،

(اخرجہ الواحدی فی کتاب الدعوات کمافی الترجیح صفحہ ۵۱، والخطیب کمافی الترشیح صفحہ ۴۳۔۴۴)

حدیث حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے امام دارقطنی نے، عبد الملک بن ھارون بن عنترۃ عن ابیہ عن جدہ عن علی عن جعفر ،قال قال رسول اللہ ﷺ ، کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے،

تخریج حدیث،

(اخرجہ الدارقطنی فی صلاۃ التسبیح کمافی اللالی ءجلد ۱ صفحہ ۴۳۔۴۴)

اوراس کو سعید بن منصور نے سنن میں خطیب بغدادی نے اپنی کتاب صلاۃ التسبیح میں، یزید بن ھارون عن ابی معشر نجیح بن عبد الرحمن عن ابی رافع قال بلغنی ان رسول اللہ ﷺ قال لجعفر بن ابی طالب، کی سند سے روایت کیا

(اس سند سے میں واقف نہیں ہوسکا البتہ خطیب بغدادی کی ایک سند یہ ہے،

اخبرنی ابو احمد عبد الوھاب بن الحسن ثنا ابو عبد اللہ الحسین بن احمد ابن محمد الھروی ثنا عبد الرحمن بن محمد بن ادریس الحنظلی حدثنی ابی حدثنی ابو غسان معاویۃ بن عبد اللہ اللیثی بمدینۃ الرسول ﷺ قال ثنا عبد اللہ بن نافع عن عبداللہ بن عمربن حفص بن عاصم عن نافع عن عبداللہ بن جعفر عن ابیہ جعفر بن ابی طالب ان رسول اللہ ﷺ قال

لجعفر بن ابی طالب :الا اھب لک ؟ الا انحلک ؟..........

تخریج حدیث،

(اخرجہ الخطیب فی صلاۃ التسبیح کمافی الترشیح صفحہ ۴۴۔۴۵)

اوردوسری سنداس طرح ہے،عبد الرحمن عن دائود بن قیس عن اسمعیل بن ابی (یہ اسماعیل بن رافع ہے)رافع عن جعفر ان النبی ﷺ قال الا احبوک (فذکر الحدیث)

اس میں ابومعشر ضعیف ہے جیسا کہ اس کا شیخ ابورافع۔

تخریج حدیث،

(اخرجہ عبدالرزاق فی المصنف جلد۳ صفحہ۱۲۳ برقم ۵۰۰۴ وفی الترشیح صفحہ ۴۶۔۴۷)

حدیث عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن جعفر کی حدیث کودارقطنی نے دوسندوں کے ساتھ، عن عبداللہ بن زیاد بن سمعان ۔۔۔عن معاویۃ واسماعیل ابنی عبداللہ بن جعفر اور دوسری سند میں اسماعیل ابن عبداللہ کی بجائے عون عن ابیھما کے الفاظ ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کیا میں تجھے عطانہ فرماؤں۔۔۔الخ

تخریج حدیث،

(اخرجہ الدارقطنی فی صلاۃ التسبیح کمافی اللالیء جلد۲ صفحہ۴۲،وفی الترجیح صفحہ ۵۲۔۵۳،و اخرجہ الخطیب کمافی الترشیح صفحہ ۴۵)

اس میں ابن سمعان ضعیف ہے،

حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھما،

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ارشادفرمایا کیا میں تجھے عطانہ کروں ۔۔۔الخ

تخریج حدیث،

(اخرجہ ابونعیم فی قربان المتقین کمافی الترجیح صفحہ ۴۵،والخطیب فی صلاۃ التسبیح کمافی الترشیح صفحہ ۵۷)

اس کوابونعیم نے روایت کیا ہےاوراس کی سند میں عمر بن جمیع ضعیف ہے،اورسعید کی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا سے ملاقات ثابت نہیں ہے،

حدیث الانصاری رضی اللہ عنہ،

اور:الانصاری؛بغیرنام کے اس سے امام ابوداوٴد نے سنن میں انبانا الربیع بن رافع انبانا محمد بن مھاجر عن عروۃ بن رویم حدثنا الانصاری ان رسول اللہ ﷺ قال لجعفر بن ابی طالب ۔۔۔کی سند کے ساتھ روایت کی ہے،

(تخریج پیچھے گذرچکی ہے)

المزی؛نے کہا کہ،الانصاری: جابر بن عبداللہ ہے کیونکہ ابن عساکر نے عروہ بن رویم کے تذکرہ میں جابرالانصاری سے روایات کااخراج کیا ہے،تو ہوسکتا ہے کہ یہ وہی جابر ہو، لیکن وہاں وہ احادیث عروہ سے محمد بن مھاجر کے علاوہ دیگر راوی سے ہیں،

اوراس عروہ کے ترجمہ میں میں نے دو حدیثیں مسند الشامیین للطبرانی میں پائی ہیں وہ تو، تو بہ، کی سند سے ہیں جو کہ الربیع بن نافع شیخ ابی داوٗد ہے

اوراسی سند کے ساتھ بعینہ اس نے روایت کی ہے، اس میں اس نے کہا، حدثنی ابو کبشۃ الانماری ہوسکتا ہے کہ؛ الانماری؛ الانصاری ہو اور صاد کی جگہ میم ہوگیا ہو کیونکہ لکھنے میں دونوں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں، اگر ایسا نہیں تو یہ حدیث ابو کبشہ ہی کی شمار ہوگی،

اوراگر واقع ہی ایسا ہی ہوا ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے، تو یہ سند کم از کم حسن درجہ کی ہے،

تو جب اس کے ساتھ ابوالجوزاء کی سند عن عبداللہ بن عمرو کہ جس کو امام ابوداوٗد نے روایت کیا ہے اور امام منذری نے اس کو حسن کہا ہے،

اور جن لوگوں نے اس کو صحیح یا حسن کہا ہے جیسا کہ پیچھے گذر چکا،

ان میں سے ابن مندہ، نے تو مستقل کتاب لکھی ہے،

اور دیگر محدثین میں سے، آجری، خطیب، ابوالسعد السمعانی، ابوموسی المدینی، ابوالحسن بن المفضل، المنذری، ابن الصلاح، اور امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں اور امام سبکی ودیگر محدثین،

اور امام ابو منصور الدیلمی نے، مسند الفردوس، میں کہا کہ تسبیح دیگر نمازوں میں سے مشہور ترین سند کے لحاظ سے صحیح ہے،

امام بیہقی نے ابو حامد بن الشرقی سے روایت کی کہ میں مسلم بن الحجاج کے پاس تھا اور ہمارے ساتھ اس حدیث میں عبدالرحمٰن بن بشر بھی شریک تھا یعنی صلاۃ التسبیح کی حدیث کہ عکرمہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں،

میں نے امام مسلم سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ اس سند سے اچھی سند کے ساتھ یہ حدیث مروی نہیں ہے

اور امام بیہقی نے اس تخریج کے بعد کہا کہ عبداللہ بن مبارک یہ نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ نماز اولیاء وصالحین کے درمیان متداول رہی ہے، اور یہ اس حدیث کی تقویت کیلیے کافی ہے،

اور اس سے بھی پہلے یہ نماز ابوالجوزاء، اوس بن عبداللہ البصری جو کہ ثقات تابعین میں سے ہیں بھی پڑھا کرتے تھے،

اس کو امام دارقطنی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے، کہ جب ظہر کی اذان ہوتی تو ابوا لجوزاء مسجد میں آتے اور موذن سے کہتے کہ جلدی نہ کرنا مجھے دو رکعتیں پڑھ لینے دینا، اور وہ اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعتیں پڑھتے،

اور عبدالعزیز بن ابی داوٗد نے کہا، اور وہ ابن مبارک سے مقدم ہے، جو جنت چاہتا ہے اس پر نماز تسبیح ضروری ہے،

اور ابو عثمان نے کہا کہ شدائد اور غموں سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلیے نماز تسبیح سب سے زیادہ مجرب ہے،

اور اس کے استحباب پر آئمہ شافعیہ میں سے امام ابو حامد، المحاملی، الجوینی، اور ان کے بیٹے امام الحرمین امام غزالی، قاضی حسین البغوی، المتولی، زاہر بن احمد السرخسی، اور امام رافعی اور ایسے ہی؛ کتاب الروضۃ؛ میں اس پر نص فرمائی ہے،

اور علی بن سعید نے امام احمد بن حنبل سے بسند ضعیف روایت کی جو کچھ عمرو بن مالک سے اس بارے میں روایت کیا گیا ہے اس میں کلام ہے،

تومیں نے (علی بن سعید) امام احمد بن حنبل سے کہا کہ اس کو، المستمر بن الریان نے ابوالجوزاء سے روایت کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ تجھ سے یہ حدیث کس نے بیان کی میں نے کہا کہ مسلم بن ابراہیم نے تو انہوں (امام احمد بن حنبل) نے فرمایا کہ مستمر شیخ ثقہ ہے اور وہ اس کو پسند کرتے تھے،

توامام احمد بن حنبل کو سوائے عمرو بن مالک کے اور کسی سے یہ روایت نہیں پہنچی تھی اور وہ (عمرو بن مالک) النکری ہے اور جب ان کو اس کا متابع مستمر مل گیا تو انہوں نے اس کو پسند کیا،

تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کی تضعیف سے رجوع کرلیا تھا،

اور بعض متاخرین نے علامہ ابن جوزی کی متابعت میں اس حدیث کو موضوعات میں شمار کر کے افراط سے کام لیا ہے،

اور اس پر رد گذر چکا ہے جیسا کہ ابن تیمیہ اور ابن عبدالهادی نے کہا ہے کہ یہ خبر (حدیث) باطل ہے (امام ابن حجر عسقلانی کا کلام ختم ہوا یہ ہم نے ان کی امالی الاذکار سے تلخیص کے ساتھ ذکر کیا ہے)۔

امام منذری کی کتاب:؛ الترغیب والترھیب؛ میں حدیث عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ، ذکر کر کے فرمایا کہ، اس حدیث کو امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ، اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ اگر چہ یہ سند صحیح ہے لیکن یہ سند مقلوب ہے،

پھر فرمایا کہ اس کو ابراہیم بن حکم بن ابان نے عن ابیہ عن عکرمہ، سے مرسل بیان کیا ہے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا (انتہی)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ امام طبرانی نے اس کو روایت کرنے کے بعد یہ الفاظ زائد

کیے ہیں: فلو كانت ذنوبك مثل زبد البحر او رمل عالج غفر الله لك: کہ اگر چہ تیرے گناہ سمندر کی جھاگ یا ریت کے زروں کے برابر بھی ہوں تو اللہ تعالی تجھے معاف فرمادے گا،

اور حافظ عسقلانی نے فرمایا کہ، اس حدیث کو صحابہ کی ایک جماعت سے بہت زیادہ سندوں کے ساتھ روایت کیا گیا ہے، اور اس کی مثال یہ حدیث عکرمہ ہے،

اور یہ حدیث عکرمہ کہ اس کو بہت سارے محدثین نے صحیح کہا ہے، ان میں سے، الحافظ ابوبکر الآجری، اور ہمارے شیخ ابومحمد عبدالرحیم المصر ی، اور ہمارے شیخ الحافظ ابوالحسن المقدسی،

اور ابوبکر بن ابوداؤد نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ صلاۃ التسبیح میں اس حدیث کے سوائے اور کوئی حدیث صحیح نہیں ہے،

امام مسلم بن الحجاج نے فرمایا، کہ اس حدیث میں اس سند سے اچھی کوئی اور سند نہیں ہے، یعنی یہ سند عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما،

اور امام حاکم نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے صحیح روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ نماز اپنے چچازاد کو سکھلائی،۔

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما،

امام حاکم نے پھر فرمایا کہ،

حدثنا احمد بن دائود بمصر حدثنا اسحق بن كامل حدثنا ادريس بن يحى عن حيوة بن شريح عن يزيد بن ابى حبيب عن نافع عن ابن عمر قال وجه رسول الله ﷺ جعفر بن ابى طالب الى بلاد حبشة فلما قدم اعتنقه وقبل

بین عینیه ثم قال الا اهب لک الا ابر ک الا امنحک .... فذکرالحدیث،

بعدازسند، رسول اکرم ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلادحبشہ کی طرف بھیجا تو جب آپ واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ معانقہ فرمایا اور ان کے ماتھے کو چوما اور فرمایا کیا میں تجھے ھبہ نہ کروں؟ کیا میں تیرے ساتھ نیکی (بھلائی) نہ کروں؟ کیا میں تجھے عطا نہ کروں؟ ـ ـ ـ (آگے پوری حدیث)

تخریج حدیث،

(اخرجہ الحاکم فی المستدرک جلد ا صفحہ ۳۱۹)

امام حاکم نے فرمایا کہ :اسنادہ صحیح لا غبار علیہ یعنی یہ سند صحیح ہے اور اس پر کوئی غبار نہیں ہے،

فرمایا امام المملی اوران کے شیخ احمد بن داؤد بن عبد الغفار ابو صالح الحرانی ثم المصری میں کئی علماء نے کلام کیا ہے اور دار قطنی نے اس کی تکذیب کی ہے (امام منذری کا کلام ختم ہوا)

(منذری فی الترغیب والترھیب جلد ا صفحہ ۴۶۷)

اور، الترغیب والترھیب :ہی میں حدیث ابورافع کے بعد ذکر کیا،

اس کو امام ابن ماجہ، امام ترمذی، امام دار قطنی، اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے،

اور کہا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک یہ نماز پڑھا کرتے تھے اور بعض صالحین نے دوسرے اولیاء سے اس کو نقل کیا ہے کہ یہ ان میں متداول رہی ہے،

اور یہ اس حدیث مرفوع کی تقویت کیلیے کافی ہے (امام بیہقی کا کلام ختم ہوا)

امام ترمذی نے کہا کہ حدیث حضرت ابورافع غریب ہے، اور پھر کہا کہ حضرت عبداللہ بن

مبارک اس کو پڑھا کرتے تھے اور اس کی فضیلت بیان کیا کرتے تھے،

صلاۃ التسبیح کا وہ طریقہ جو احناف کے نزدیک راجح ہے،

اثر حضرت عبداللہ بن مبارک،

حدثنا احمد بن عبدة الضبی نا ابن وهب قال سالت عبد الله بن المبارک عن الصلاة التی یسبح فیها قال یکبر ثم یقول سبحانک اللهم و بحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا اله غیرک ثم یقول خمس عشر مرة سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر ثم یتعوذ ویقراء بسم الله الرحمن الرحیم و فاتحة الکتاب و سورة ثم یقول عشر مرات سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر ثم یرکع فیقولها عشرا ثم یرفع راسه فیقولها عشرا ثم

احمد بن عبدہ نے ابن وھب سے روایت کی کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے نماز تسبیح کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ پہلے تکبیر تحریمہ کہہ پھر سبحانک اللھم ـ ـ ـ الی آخر پڑھ پھر پندرہ بار تسبیح سبحان اللہ و الحمد للہ ـ ـ ـ الی اخر پڑھ پھر تعوذ و تسمیہ کے بعد سورۃ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھنے کے بعد دس بار پھر تسبیح پڑھ اور پھر رکوع کر تو اس میں دس بار تسبیح پڑھ پھر رکوع سے سر اٹھا تو دس بار تسبیح پڑھ پھر سجدہ کر تو اس میں دس بار تسبیح پڑھ پھر سجدہ سے سر اٹھا تو دس بار تسبیح پڑھ پھر دوسرا سجدہ کر تو اس میں دس بار تسبیح پڑھ اسی طرح چار رکعت پڑھی جائیں اور ہر رکعت

يسجد فيقولها عشرا ثم يرفع راسه
فيقولها عشرا ثم يسجد الثانية
فيقولها عشرا يصلي اربع ركعات
على هذا فذلك خمس وسبعون
تسبيحة في كل ركعة يبداء في كل
ركعة بخمس عشر مرة ثم يقراء ثم
يسبح عشرا فان صلى ليلا فاحب ان
يسلم في نكل ركعتين وان صلى
نهارا فان شاء سلم وان شاء لم يسلم
قال ابو وهب و اخبرني عبد العزيز
هو ابن ابي رزمة عن عبد الله انه قال
يبداء في الركوع بسبحان ربي
العظيم وفي السجود بسبحان ربي
الاعلى ثم يسبح التسبيحات ،

کے شروع میں پندرہ بار تسبیح کہنی چاہیے پھر قرات کرنے کے بعد دس بار پس اگر رات کو یہ نماز پڑھی جائے تو میں پسند کرتا ہوں کہ دو رکعتوں پر سلام پھیرا جائے اور اگر دن کو پڑھے تو پھر اسے اختیار ہے کہ اکٹھی چار پڑھے یا دو دو کرکے، ابو وھب نے کہا کہ مجھے عبدالعزیز بن رزمہ نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ رکوع میں پہلے سبحان ربی العظیم پڑھے پھر تسبیحات اور سجدہ میں پہلے سبحان ربی الاعلی اور بعد میں تسبیحات پڑھے،

احمد بن عبدہ نے کہا کہ ہمیں وھب بن حمزہ نے خبر دی انہوں نے عبدالعزیز بن ابی رزمہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے عرض کی کہ آدمی اگر بھول جائے تو کیا سجدہ سہو میں بھی دس دس بار تسبیحات مذکورہ پڑھے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ یہ چار رکعتوں میں تین سو مرتبہ ہی پڑھی جائے گی، (امام ترمذی کا کلام ختم ہوا)

(ترمذی فی الجامع صفحہ ۷۰ اوالمنذری فی الترغیب والترھیب جلد اصفحہ ۴۶۹-۴۷۰)

حافظ المعلی؛ نے کہا کہ جس نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے نماز تسبیح کا جو طریقہ بیان کیا ہے، یہ حدیث ابن عباس اور ابورافع رضی اللہ عنھما کے بیان کردہ طریقہ کے مطابق ہے سوائے اس کے کہ اس طریقہ میں قراءۃ سے پہلے پندرہ بار تسبیحات کا ذکر ہے اور قراءۃ کے بعد دس بار اور اس میں جلسہ استراحت میں تسبیحات کا ذکر نہیں ہے، لیکن ان دونوں کی حدیثوں میں قراءۃ کے بعد پندرہ بار تسبیحات کا ذکر ہے اور قراءۃ سے قبل تسبیحات کا ذکر نہیں ہے اور دوسرے سجدہ سے اٹھ کر کھڑا ہونے سے پہلے جلسہ استراحت میں دس بار تسبیحات کا ذکر ہے،

امام بیہقی نے ابی جناب الکلبی عن ابی الجوزاء عن ابن عمر، کی سند سے حدیث بیان فرمائی کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا کیا میں تیرے لیے پسند نہ کروں؟ کیا میں تجھے عطا نہ کروں؟

(بیہقی فی السنن الکبری جلد ۳ صفحہ ۵۲)

اور آگے اسی صفت سے بیان فرمائی کہ جو طریقہ حضرت عبداللہ بن مبارک کی روایت کا ہے جس کو امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے بیان فرمایا، اور آگے کہا کہ یہ اس کے موافق ہے جو کہ ہم نے روایت کیا ہے حضرت عبداللہ بن مبارک سے،

اور قتیبہ بن سعید نے یحی بن سلیم عن عمران بن مسلم عن ابی الجوزاء کی سند سے روایت کی اور کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نازل ہوئے اور آگے پوری حدیث بیان کی،

اور نبی اکرم ﷺ تک اس روایت کے رفع میں خلاف کیا (موقوف بیان کی)،

اور اس میں قراءۃ سے پہلے تسبیحات کا ذکر نہیں بلکہ قراءۃ کے بعد تسبیحات کا ذکر ہے،

اور اس کے بعد جلسہ استراحت میں تسبیحات کا ذکر ہے جیسا کہ دیگر روایات میں ہے

(امام بیہقی کا کلام ختم ہوا)

حافظ عسقلانی نے کہا کہ زیادہ روایات اس طریقہ پر مروی ہیں جو طریقہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہما کی احادیث میں ہے اور اسی پر عمل کرنا اولی و بہتر ہے کیونکہ اس کے خلاف کوئی روایت مرفوع نہیں ہے،

امام منذری نے فرمایا کہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا، اے بچے کیا میں تیرے لیے پسند نہ کروں؟ کیا میں تجھے عطا نہ کروں؟ تو میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ میرا گمان تھا کہ آپ ﷺ مجھے کوئی مال و دولت دینے والے ہیں لیکن آپ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ چار رکعت اس طرح پڑھ (آگے پوری حدیث جیسا کہ پیچھے گذر چکا ہے)

لیکن اس کے آخر میں یہ الفاظ زیادہ ہیں، جب تو تشھد سے فارغ ہو جائے تو سلام پھیرنے سے پہلے یہ پڑھ،

اللھم انی اسئلک توفیق اھل الھدی واعمال اھل (یہاں، الاثار المرفوعۃ میں لفظ ،،اھل،، نہیں ہے لیکن الترغیب والترھیب میں ہے) الیقین و مناصحۃ اھل التوبۃ وعزم اھل الصبر وجد اھل الخشیۃ وطلب اھل الرغبۃ وتعبد اھل الورع وعرفان اھل العلم حتی اخافک اللھم انی اسئلک مخافۃ تحجزنی عن معاصیک حتی اعمل بطاعتک عملا استحق بہ رضاک وحتی اناصحک با لتوبۃ خوفا منک وحتی اخلص لک النصیحۃ حبا لک

وحتی اتوکل علیک فی (یہاں، الاثار المرفوعۃ میں،، فی کل الامور،، ہے جبکہ الترغیب میں لفظ ،،کل،، نہیں ہے) الامور حسن ظن بک سبحان خالق (یہاں، الاثار المرفوعۃ میں،، خالق النار،، ہے جبکہ الترغیب والترھیب میں،، خالق النور،، ہے) النور، پس جب تو نے یہ کہہ لیا تو اے ابن عباس اللہ تعالی تیرے صغیرہ کبیرہ، نئے پرانے، کھلے اور چھپے، عمدا اور سہوا سارے گناہ معاف فرما دے گا،

اس کو امام طبرانی نے ،،المعجم الاوسط،، میں بیان فرمایا ہے،

اور ایسے ہی امام طبرانی نے ابوالجوزاء سے روایت کیا انہوں نے کہا کہ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوالجوزاء کیا میں تجھے نہ دوں؟ کیا میں تجھے نہ سکھاوں؟ کیا میں تجھے عطا نہ کروں؟ تو میں نے عرض کیا کیوں نہیں تو آپ (حضرت ابن عباس) نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

کہ جو شخص چار رکعت اس طرح پڑھے (اختصار کے ساتھ آگے حدیث بیان فرمائی)

لیکن اس کی سند واہ ہے،

اور صلاۃ التسبیح میں کلام طویل ہے اور اختلاف کافی پھیلا ہوا ہے،

جس کو میں نے ایک مستقل تصنیف میں اکٹھا کر دیا ہے جو اس مقام سے زیادہ شرح وسط کے ساتھ ہے چونکہ یہ کتاب صرف ترغیب وترھیب کے بارے میں ہے اس لیے یہاں بقدر کفایت نقل کر دیا ہے (امام منذری کا کلام ختم ہوا)

(منذری فی الترغیب والترھیب جلد ۱ صفحہ ۴۷۰۔۴۷۱)

اور ،،اللالی ءالمصنوعۃ،، میں ہے کہ، حافظ صلاح الدین العلائی نے اپنی کتاب،

«النقد الصحیح لما اعترض علیه من حدیث المصابیح »، میں ان احادیث مصابیح کہ جن پر سراج القزوینی نے اعتراضات کیا تھے کے جوابات میں فرمایا کہ،

حدیث صلوۃ التسبیح صحیح وله طرق یعضد بعضها بعضا فھی سنة ینبغی العمل بھا ،	نماز تسبیح کی حدیث صحیح ہے اس کے کئی طرق ہیں جو بعض بعض کو مل کر تقویت دیتے ہیں پس یہ سنت ہے اس پر عمل کرنا چاہیے،

امام زرکشی نے؛**تخریج احادیث الشرح الکبیر**: میں فرمایا،

غلط ابن الجوزی بلا شک فی اخراج حدیث صلاۃ التسبیح فی الموضوعات لانه من ثلاثة طرق ،	علامہ ابن الجوزی نے نماز تسبیح کی حدیث کو موضوعات میں ذکر کر کے غلطی کی ہے کیونکہ اس کے تین طرق ہیں،

ان میں سے پہلا طرق حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے، یہ تو ضعیف بھی نہیں چہ جائیکہ موضوع ہو اور اس میں بڑی سے بڑی علت یہ ہے کہ اس میں موسی بن عبدالعزیز راوی ہے اور ابن الجوزی نے کہا کہ یہ مجھول ہے،

حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے اس سے بشر بن الحکم اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن واسحاق بن اسرائیل و زید بن مبارک الصنعانی وغیرھم نے روایت لی ہے،

اس کے بارے میں امام ابن معین اور نسائی نے کہا کہ ،لیس به باس ،یعنی اس سے احتجاج میں کوئی حرج نہیں ہے،

اور اگر بالفرض محال اس کا مجھول ہونا ثابت بھی ہو جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ

حدیث موضوع ہو کیونکہ اس سند میں کوئی راوی بھی ،متھم بالوضع ،نہیں ہے،

اور دوسرے دو طریقے ان میں سے ہر ایک میں ضعف ہے اور ضعف سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں ہے،

اور ابن الجوزی حدیث کو موضوع کہنے میں متساہل (متشدد) ہیں،

امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مبارک سے ذکر کیا کہ ان سے اس نماز کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے اس کی صفت بیان فرمائی اور حضرت عبداللہ بن مبارک ایسے نہیں کہ جس حدیث کی سند صحیح نہ ہو وہ اس پر عمل کر رہے ہوں اور اس کو بیان کرتے ہوں

،امام زرکشی نے مزید فرمایا کہ بعض حضرات نے اس نماز کی فضیلت میں اس حدیث مبارکہ کو بھی داخل کیا ہے،

حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ،

عن انس ان ام سلیم غدت علی النبی ﷺ فقالت علمنی کلمات اقولھن فی صلاتی فقال کبری الله عشرا و سبحی الله عشرا واحمدیه عشرا ثم سلی ما شئت یقول نعم نعم،	حضرت ام سلیم نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے ایسے کلمات سکھلا دیئے جائیں جو میں اپنی نماز میں کہہ لیا کروں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دس بار تکبیر کہہ اور دس بار تسبیح کہہ اور دس بار اس کی حمد بیان کر پھر جو چاہے اس کا سوال کر (اللہ تعالی) ہاں ہاں کہے گا (یعنی میں نے قبول کیا قبول کیا)

تخریج حدیث،

(ترمذی فی الجامع صفحہ ۱۷۰ برقم ۴۸۰ ونسائی فی السنن صفحہ ۔۔۔ وابن خزیمہ فی الصحیح جلد ۔۔صفحہ۔۔ وابن حبان فی الصحیح جلد۔۔ صفحہ۔۔۔ والحاکم فی المستدرک جلد ۱ صفحہ ۳۱۷، ۳۱۸،

اس کو امام ترمذی نے روایت کر کے حسن کہا اور نسائی، ابن خزیمہ، اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کی اور امام حاکم نے مسلم کی شرط پر اس کو صحیح کہا (امام زرکشی کا کلام ختم ہوا)

(اللالی ء المصنوعۃ جلد ۲ صفحہ ۴۳ ـ ۴۴)

اور امام ابن حجر نے ؛تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الشرح الکبیر، میں فرمایا کہ، دارقطنی نے کہا فضائل القرآن میں سب سے زیادہ صحیح، قل ھو اللہ احد، ہے اور فضیلت والی نمازوں میں سب سے زیادہ صحیح نماز تسبیح ہے، (یعنی حدیث)

امام ابوجعفر عقیلی نے کہا کہ، نماز تسبیح میں کوئی حدیث ثابت نہیں،

امام ابوبکر بن العربی نے کہا کہ، نماز تسبیح میں نہ کوئی صحیح حدیث ہے اور نہ کوئی حسن،

اور ابن الجوزی نے مبالغہ کیا ہے کہ اس کو موضوعات میں درج کر دیا ہے،

جبکہ امام ابوموسی المدینی نے اس حدیث کی تصحیح پر کتاب تحریر کی ہے،

اور حق یہ ہے کہ اس حدیث کے تمام طرق ضعیف ہیں، اور حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند حسن کے درجہ تک پہنچتی ہے،

مگر وہ شاذ ہے کیونکہ اس میں فردیت شدید ہے اور اس کا متابع اور معتبر شاہد کوئی نہیں ہے اور اس کے ساتھ ساتھ عام نمازوں کی ھیئت سے اس کی ھیئت جدا ہے،

(التلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۷)

ابن تیمیہ اور امام مزی نے اس کو ضعیف کہا ہے جبکہ امام ذھبی نے توقف فرمایا ہے جیسا کہ ابن عبد الھادی نے ان سے اپنے احکام میں نقل کیا ہے، (اللالی ء المصنوعۃ جلد ۲ صفحہ ۴۴ ـ ۴۵)

اور اللالی ء المصنوعۃ میں ہی ہے، کہ آئمہ حدیث اور حفاظ نے ابن الجوزی کا اس بات پر رد کیا کہ انہوں نے ان تینوں احادیث کو موضوعات میں ذکر کیا ہے،

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی کتاب :الخصال المکفرۃ للذنوب المقدمۃ و الموخرۃ : میں وارد کیا ہے اور کہا ہے کہ، رجال اسنادہ لاباس بھم یعنی اس کے رواۃ ایسے ہیں کہ ان میں کوئی حرج نہیں ہے،

(الخصال المکفرۃ صفحہ ۴۲ کما فی التنقیح صفحہ ۱۱) عکرمہ سے امام بخاری نے احتجاج کیا ہے، اور حکم، صدوق ہے اور موسی بن عبد العزیز کے بارے میں امام ابن معین نے فرمایا کہ، لا اری بہ باس ، مجھے اس میں کوئی حرج نظر نہیں آتا، اور امام نسائی نے بھی ایسا ہی کہا ہے، اور امام ابن المدینی نے کہا کہ یہ سند شرط حسن پر ہے، اس کے شواہد ہیں جو کہ اس کو تقویت دیتے ہیں،

اور ابن الجوزی نے اس کو موضوعات میں ذکر کر کے غلطی کی ہے، اور ابن الجوزی کا موسی کو مجھول کہنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس کو ابن معین اور نسائی نے ثقہ کہا ہے،

تو جو ان کے بعد آیا اگر وہ اس کے حال سے جاھل ہو تو یہ موسی کو مضر نہیں ہے،

اور اس کے شواہد میں سے وہ ہے جس کو امام دارقطنی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اور امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے اور امام ابوداؤد نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے ایسی سند کے ساتھ روایت کیا کہ جس کی سند میں کوئی حرج نہیں،

اور امام حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک اور سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے،

(اللالیء المصنوعة جلد ۲ صفحه ۳۸ . ۳۹)

اور ،،تنزیۃ الشریعۃ،، میں ہے، کہ حفاظ حدیث نے ابن الجوزی کا اس بات پر رد کیا ہے کہ انہوں نے ان تین احادیث کو موضوع قرار دیا ہے،

اور اسی (تنزية الشريعة) میں حافظ ابن حجر کا کلام :الخصال المكفرة :اور امالی سے نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ جن محدثین نے ان احادیث کو صحیح یا حسن قرار دیا ہے ان میں سے حافظ صلاح الدین، الشیخ سراج الدین البلقینی، شیخ بدر الدین الزرکشی، ہیں

(جیسا کہ پیچھے گذرا)

حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام نووی کا تناقض،

اور حافظ ابن حجر کے کلام میں تناقض ہے کہ انہوں نے :التلخيص الحبير: میں فرمایا کہ حق یہ ہے کہ اس حدیث کے تمام طرق ضعیف ہیں اگر چہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حسن کے درجہ تک پہنچتی ہے مگر یہ کہ وہ شاذ ہے اور اس میں تفرد شدید ہے، جبکہ اس کا متابع اور معتبر شاہد بھی موجود نہیں ہے اور اس کی ہیئت عام نمازوں کی ہیئت سے مختلف ہے، موسی بن عبد العزیز اگر چہ صادق وصالح ہے لیکن وہ اس تفرد کا حامل نہیں ہوسکتا،

اور ایسے ہی امام نووی کے کلام میں بھی تناقض پایا جاتا ہے،

کہ انہوں نے اس حدیث کو :تهذيب الاسماء واللغات: میں حسن کہا ہے، جیسا کہ پیچھے گذر چکا ہے، اور :الاذکار: میں اس کو قوی کہا ہے جبکہ : شرح المهذب: میں اسے ضعیف

کہا ہے اور کہا کہ اس کا استحباب میرے نزدیک محل نظر ہے، (واللہ اعلم)

اور ،، الايضاح والبيان لماجاء فی ليلة النصف من شعبان ،لابن حجر المكی ،، میں ہے کہ ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا ہے، اور محدثین نے اس پر ابن جوزی کی خوب مذمت کی ہے،

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ احادیث اگر صحیح نہ بھی ہوں تو کثرت طرق کی وجہ سے حسن ضرور ہیں، اور ابن جوزی کا ان کو موضوعات میں شمار کرنا ان کا تساہل ہے اور دیگر طرق کی طرف نظر نہ کرنے کے سبب ان سے ایسی غلطی ہوگئی ہے،

اور اگر اس کے تمام طرق کی طرف نظر کی جائے تو ان میں سے کچھ تو صحیح ہیں اور کچھ حسن ہیں، تو قابل اعتماد بات یہ ہے کہ یہ احادیث صحیح ہیں یا حسن اور یہ نماز سنت ہے مع اس کیفیت کے جو کہ ہمارے علماء نے اپنی اپنی کتب میں بیان کی ہے،

میں (لکھنوی) کہتا ہوں کہ یہ اجل ثقات محدثین کی عبارات پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ اس صلاۃ التسبیح کی حدیث کو موضوع کہنا قول باطل ومہمل ہے، جو کہ عقل ونقل کے خلاف ہے، بلکہ یہ حدیث صحیح ہے یا حسن،

سوائے ابن جوزی اور ان جیسے چند لوگوں کے تمام محدثین نے اس سے احتجاج کیا ہے اور بے شک وہ اس کی صحت اور ضعف میں تو اختلاف کرتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی اس کے موضوع ہونے پر اتفاق نہیں کرتا،

ابن تیمیہ الحرانی الدمشقی کا رد:

اور تیرے لیے ابن تیمیہ کے قول کا باطل ہونا واضح ہوگیا جو کہ اس نے :منہاج السنۃ (جلد ۴ صفحہ ۱۱۶) میں لکھا ہے کہ

(نماز تسبیح کی حدیث میں دو قول ہیں اور ظاہر دونوں قولوں میں سے یہی ہے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے اگر چہ اھل علم کی ایک جماعت نے اس کے صحیح ہونے کا ادعا کیا ہے اسی لیے آئمہ مسلمین میں سے کسی نے بھی اس پر عمل نہیں کیا اور نہ ہی اس کو اختیار کیا ہے)

الاثار المرفوعة: کے حاشیہ میں ابن تیمیہ کا تعارف ان الفاظ میں ہے،

(ابن تیمیہ کی یہ بات اور اسکے علاوہ کچھ باتیں جو ابن تیمیہ کی کتب منہاج السنۃ، وغیرہ کے مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں ہیں اور وہ گواہی دیتی ہیں کہ بے شک ابن تیمیہ اس باب میں (یعنی نقد حدیث میں) ابن جوزی وغیرہ کی طرح مبالغہ کرنے والوں اور متشددین (سختی کرنے والوں) سے ہے اور البتہ اس بات کی (یعنی ابن تیمیہ کے مبالغ ومتشدد ہونے کی) نقد حدیث کرنے والے علماء کی ایک بڑی جماعت نے مثل علامہ ابن حجر عسقلانی وغیرہ کے، تصریح بھی کی ہے۔ پس ابن تیمیہ کے مبالغ ومتشدد ہونے کا انکار کرنا، جیسا کہ یہ انکار اس شخص سے صادر ہوا کہ جس نے حج کیا اور رسول اللہ ﷺ کے قبر انور کی زیارت نہیں کی اور جو ہمارے دور کے افاضل سے ہے اپنی کتاب،،القول المنصور فی زیارۃ سید القبور،، میں واضح اور ظاہر باتوں کا انکار ہے اور اس انکار کا سبب یہ ہے کہ منکر کی ثقہ علماء کی کتب میں نظر وسیع نہیں)

اور اس قول کا بطلان ہر ماہر اور جاننے والے پر ظاہر ہے جیسا کہ ہم نے پیچھے مفصل بیان کر دیا ہے کہ بیشک متقدمین میں نماز تسبیح کے بارے میں یا تو اس حدیث کی تضعیف وتحسین پر بحث

تھی یا پھر اس کی تصحیح پر،

اور ان میں سے کسی ایک نے بھی اس کے موضوع ہونے کا قول نہیں کیا، اور جس نے بھی اس کو موضوع کہا ہے یقیناً اس نے متقدمین علمائے کرام کے فرامین کو جھٹلایا ہے اور اس پر محدثین نے اس کی خوب مذمت کی ہے،

پس اللہ تعالی کی قسم اس کا قول کیسے درست وصحیح ہو سکتا ہے،

اور پھر اس کے اطلاق پر دو قول ہیں تو پھر ان میں سبیہ قول کیسے ظاہر ہے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے بلکہ یہ قول ہی سرے سے جھوٹا اور منگھڑت ہے، تو جب اس قول کی اصل ہی نہیں تو پھر یہ ظاہر قول کیسے ہو سکتا ہے، اور اس قول کے باطل ہونے پر عقل ونقل کے قرائن موجود ہیں،

اور اس سے بھی زیادہ عجب تو اس کا یہ قول ہے کہ اس کو کسی بھی عالم نے اختیار نہیں کیا، حالانکہ بے شمار علماء کرام ومحدثین نے اس کو اختیار کیا ہے جیسا کہ ہم نے با دلائل ثابت کر دیا ہے،

اور مجھے (یعنی لکھنوی کو) اپنی جان کی قسم:

اس جیسے وسیع وطویل وعریض دعوے ابن تیمیہ سے نہیں سنیں جائیں گے،

اور حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے سچ کہا ہے کہ ابن تیمیہ نے :منہاج السنۃ: میں بہت ساری جید احادیث کو رد کر دیا ہے،

جیسا کہ ہم (یعنی علامہ لکھنوی) نے اس کو مفصل طور پر اپنی کتاب :**الاجوبة الفاضلة للاسالة العشرة الكاملة، وتحفة الكملة على حواشى تحفة الطلبة فى مسح الرقبة** اور **الكلام المبرم فى نقض القول المهقق المحكم** ،اور **الكلام المبرور فى رد قول المنصور**: کہ یہ آخری کتب میں نے اس کے رد میں لکھی ہیں، کہ

جس نے حج کیا اور ہمارے نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت نہ کی جیسا کہ ہمارے، ہم عصر مولویوں میں سے بعض نے کہا، بلکہ انہوں نے تو قبر النبی ﷺ کی زیارت پر بدعت اور حرام کا حکم لگایا ہے،

مجد الدین الشیر ازی فیروز آبادی کا رد،

اوراسی طرح مجد الدین الشیر ازی کا قول بھی باطل ہوا کہ انہوں نے :سفر سعادت (صفحہ ۱۵۰): میں لکھا کہ، اس میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے اور کوئی شئے صحیح نہیں،
اگر چہ انہوں نے یہاں نفی صحت سے اصطلاحی صحت مراد لی ہے، اور یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے،
پس جب اس کو کئی محدثین نے صحیح کہا ہے تو پھر اس پر ایسے مبہم اطلاق کا ترک واجب ہے کہ جس سے عوام گمراہ ہوں اور اگر مطلق ثبوت کی نفی مراد ہے جو کہ حسن کو بھی شامل ہو تو یہ قطعا باطل ہے،

شوکانی کا رد،

اور سب سے زیادہ تعجب تو شوکانی پر ہے کہ اس نے اس حدیث کو اپنے رسالہ: الفوائد المجموعة فی احادیث الموضوعة (صفحہ ۳۸): میں بیان کرتے ہوئے پہلے تو اس کے صحیح اور حسن اور ضعیف ہونے پر اختلاف کا ذکر کیا ہے اور یہ کلام اس نے: اللالیء المصنوعة: وغیرہ کتب سے نقل کیا ہے اور پھر کہا کہ :اللالیء المصنوعة

: میں ہے کہ حق یہ ہے کہ اس حدیث کے تمام طرق ضعیف ہیں اور اگر چہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حسن درجہ کی شرائط کے قریب ہے مگر یہ شاذ کیونکہ اس میں متفرد شدید ہے اور اس کا کوئی متابع اور معتبر شاہد نہیں ہے، اور عام دوسری نمازوں سے اس کی ہیئت بھی مختلف ہے (شوکانی کا کلام ختم ہوا)

شوکانی کے اس کلام سے یہ وھم ہوتا ہے کہ یہ تحقیق صاحب؛ اللالی ءالمصنوعة :امام سیوطی کی ہے، حالانکہ ایسا طریقہ کہ جس سے ابہام پیدا ہو یہ علماء کے نزدیک بہت برا طریقہ ہے، بلکہ خیانت فی الدین وجنایة المسلمین میں سے ہے،

اور اے قاری جیسا کہ تو جانتا ہے اور ہم نے یہ تفصیل سے بیان کر دیا ہے، کہ یہ کلام امام سیوطی کا نہیں ہے بلکہ امام ابن حجر کا ہے اور سیوطی نے ان سے نقل کیا ہے، اور علامہ سیوطی کی تحقیق وہ ہے جس کو ہم پچھلے صفحات میں نقل کر آئے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا پھر حسن ہے،

تو شوکانی پر واجب تھا کہ وہ اس طرح کہتا کہ یہ ابن حجر نے کہا ہے یا یوں کہتا کہ: اللالی ء: میں کہا کہ ابن حجر نے کہا تا کہ ظاہر ہوتا کہ یہ علامہ سیوطی کی تحقیق نہیں بلکہ امام ابن حجر عسقلانی کی تحقیق ہے

اور حق یہ ہے کہ ابن حجر کا یہ کلام کسی ایسے شخص کیلیے مفید نہیں جو اس حدیث کو ضعیف یا موضوع ثابت کرنا چاہے، پہلے نمبر پر یہ کہ حافظ ابن حجر کا یہ کلام: تلخیص الحبیر :میں ہے جبکہ امالی الاذکار میں اس کے برعکس ہے لہذا ابن حجر کے کلام میں تناقض ہے،

تلخیص الحبیر :کا کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے،

اور امالی الاذکار اور رسالہ: الخصال المکفر ة: کا کلام اس حدیث کی صحت یا ضعف پر شاہد ہے تو

کوئی وجہ نہیں کہ: تلخیص الحبیر : کا کلام قبول کرلیا جائے اور دیگر کتب کا رد کر دیا جائے ، کیونکہ یہ ترجیح غیر مرجع ہے، بلکہ واجب ہے کہ: تلخیص الحبیر : کی عبارت کو رد کر کے دیگر کتب کو قبول کیا جائے کیونکہ اس کو راجح کہنے کے دلائل ہیں،

کیونکہ یہ کلام دیگر آئمہ محدثین مثلا امام منذری، ابوداوٗد، مسلم، اجری، العلائی، بلقینی، اور امام ابوموسی المدینی کے کلام کے موافق ہے،

اور یہ کلام تمام دیگر محدثین کہ جنہوں نے اس کو قبول کیا ہے کے موافق ہے، اگر چہ یہ متشددین اور متساھلین کے کلام کے موافق ہے،

اور دوسری بات یہ ہے کہ: تلخیص الحبیر کا کلام اس حدیث کے حسن لغیرہ ہونے کے منافی نہیں جبکہ حسن لغیرہ حدیث بھی صحیح اور حسن لذاتہ کی طرح قابل احتجاج ہوتی ہے،

جیسا کہ ہم نے اس کو: الاجوبة الفاضلة للاسالة العشرة : میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے،

امام نووی کے کلام کا جواب،

اور اسی طرح امام نووی کے اس کلام کا جواب بھی ہو گیا جو انہوں نے : شرح المھذب : میں کیا ہے،

کیونکہ ان کا یہ کلام دیگر کتب کے خلاف ہے لہذا دیگر کتب میں سے انہیں کا کلام قبول کیا جائے گا، اور شرح المھذب، کے کلام کو رد کر دیا جائے گا

اور اس سے بھی زیادہ تعجب والا شوکانی کا وہ کلام ہے جو اس نے اپنی کتاب:

السیل الجرار المتدفق علی حدائق الازھار (جلد ا صفحہ ۳۲۸): میں لکھا ہے کہ،

مصنف (یعنی صاحب حدائق) پر تعجب ہے کہ اس نے صلاۃ التسبیح کا قصد کیا وہ صلاۃ التسبیح کہ جس میں لوگوں کا اختلاف ہے کیونکہ جو اس کے ثبوت میں حدیث مروی ہے اس کو بعض علماء نے تو موضوع کہا اور بعض نے ضعیف کہا اور اس پر عمل جائز نہیں، اور اس کو تخصیص کے ساتھ پہلے خاص رکھا اور ہر وہ شخص جس کو کلام نبوت کی ممارست ہے وہ اس حدیث سے پائے اپنے دل میں پائے گا جو پائے گا، اور تحقیق اللہ تعالی نے اس حکم کے وقوع میں وسعت رکھی ہے کہ اس کے صحیح یا موضوع یا ضعیف ہونے میں تردد ہے، اور عمل اس پر ہے جو کہ صحیح ثابت ہو جائے یا اس کے کرنے کی ترغیب دی جائے اور اس میں کوئی شک وشبہہ نہ ہو اور یہ بہت اچھا ہے

(شوکانی کا کلام ختم کہ اس سے کچھ لوگوں نے نقل کیا ہے اور اس کے نفی کرنے والوں سے یہ مخفی نہیں ہے

(حاشیہ میں ہے کہ اور اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فاضل اس حدیث کی صحت سے منکر ہے، حالانکہ یہ شخص شوکانی کا مقلد جامد ہے اور لوگوں کو اس سے سختی کر ساتھ روکتا ہے اس نے اپنی کتاب: دلیل الطالب علی ارجح المطالب: میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں حق راجح وہی ہے جو کہ قاضی قضاۃ۔۔ الیمانی شیخ الاسلام وبرکۃ الانام محمد بن علی الشوکانی، کہ اس نے اس کو؛ السیل الجھد : انتھی پھر اس کلام کے نقل کرنے کے بعد کہا کہ اس امام کو شریعت کے سمجھنے میں درک حاصل ہے اور اختلافی مسائل کو اس طریقے سے اس نے محقق کیا ہے کہ کسی دوسرے کو اس کا علم بھی نہیں)

کہ حدیث کے بارے میں صرف صحیح یا ضعیف یا موضوع ہونے میں اختلاف ہونا اس کو تخصیص سے خارج نہیں کرتا بالخصوص سمجھ دار عالم کیلیے کیونکہ اس پر ضروری ہے کہ مختلفین کے

اقوال کی تنقیح کرے اور متشددین اور مفرطین میں تمیز کرے اور ان کے ان دلائل کو دیکھے جو انہوں نے قائم کیے ہیں،

پس اس میں سے صاف چیز پکڑے اور ناپاک چیز چھوڑ دے، اور کسی ایسے کام کو اختیار کرنے میں بغیر سوچے سمجھے جلدی نہ کرے کہ جس میں علماء کا اختلاف ہو،

اور یہ پچھلے صفحات میں، ہم واضح کر چکے ہیں کہ صلاۃ التسبیح کی حدیث پر موضوع کا حکم لگانا مہمل باطل اور غلط ہے اور جس نے اس حکم کے ساتھ استدلال کیا ہے اس کے پاس کوئی طاقت نہیں ہے،

اور جس نے اس پر ضعف کا حکم لگایا ہے تو اس نے صرف بعض طرق دیکھ کر لگا دیا ہے،

اور تمام طرق میں غور وفکر کرنے کے بعد ضعف کا حکم بھی سرے سے ختم ہو جاتا ہے، اور دوسری بات اس قائل کا اس کو ضعیف کہنے کے بعد یہ کہنا کہ، اس پر عمل جائز نہیں ہے،

یہ کلام سراسر مغالطہ ہے کیونکہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ضعیف پر عمل کرنا قبول نہیں ہے، اور یہ مطلقا باطل اور غلط ہے،

ہاں ایسی ضعیف روایت کہ جس میں راوی متروک، ساقط، کذاب، یا متہم بالکذب ہو تو پھر شدت ضعف کے سبب اس پر عمل جائز نہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے اس کو تفصیلا بیان کیا ہے،

اور جس حدیث میں، ہم گفتگو کر رہے ہیں اگرچہ بعض حضرات نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن کسی نے بھی اتنا شدید ضعیف نہیں گردانا کہ یہ احتجاج کے قابل ہی نہ رہے اور اس پر عمل کرنا ہی باطل ہو جائے،

اور تیسری بات اس قائل (شوکانی) کا یہ کہنا کہ جس کو بھی کلام نبوت کے سمجھنے کی ممارست ہے یہ بھی صریح مغالطہ ہے،

کیونکہ ماہرین فن حدیث کہ جو صبح وشام حدیث نبوی کے علم کے ساتھ ہی مشغول ہیں جیسا امام مسلم امام ابوداود، امام منذری، امام ابن حجر عسقلانی، امام آجری وغیرہ اور دیگر حضرات کہ جن کا ذکر پیچھے گذرا، انہوں نے صلاۃ التسبیح کی حدیث کو موضوعات میں شمار نہ کیا جیسا کہ اس قائل (شوکانی) نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے،

اور اس سے زیادہ تنقید کے مالک اور کمال مہارت رکھنے کے باوجود انہوں نے مختلف فیہ احادیث کو موضوعات میں شمار نہیں کیا، پس کون ہوگا جو ان کبائر محدثین کی مخالفت کرے گا،

اور وہ احادیث سے ایسی چیز حاصل کرے گا یا سمجھ لے گا جو وہ اولوالابصار حاصل نہ کر سکے،

ایسی بات تو وہی کرے گا کہ جس کا علم اس کی عقل سے بڑا اور اس کی عقل اس کی نظر سے کم ہوگی،

اور چوتھی بات کہ قائل کا یہ کہنا کہ اللہ تعالی نے اس امر کو وسعت دی ہے، یہ کلمہ حق ہے لیکن یہ بغیر موقع محل کے وارد کر دیا ہے اس لیے اس کا یہاں کوئی اعتبار نہیں، پس سمجھ اور ڈھٹ جا،

فائدہ،

نماز تسبیح کے پڑھنے کا طریقہ،

ہمارے احناف کے اکثر فقہا اور مشائخ صوفیہ نے نماز تسبیح کے پڑھنے کی وہ کیفیت ذکر کی ہے

جس کوامام ترمذی اور امام حاکم نے حضرت عبد اللہ بن مبارک سے نقل کیا ہے کہ اس میں جلسہ استراحت نہیں ہے، اور تسبیحات قراءۃ سے پہلے اور بعد پڑھنے پر مشتمل ہے،

کیونکہ یہ (احناف) دیگر فرائض نمازوں میں جلسہ استراحت کے عدم جواز کے قائل ہیں، اور شوافع ودیگر محدثین نے جو کیفیت اختیار کی ہے وہ جلسہ استراحت کے ساتھ ہے،

اور جیسا کہ ہم نے پچھلے صفحات میں بیان کیا کہ یہ طریقہ ثبوت کے لحاظ زیادہ صحیح ہے اس لیے جو بھی یہ نماز پڑھے اس طریقہ سے پڑھے چاہے وہ حنفی ہو یا شافعی،

اور احناف اگر چہ جلسہ استراحت کے قائل نہیں ہیں، اور جو احادیث بعض اوقات جلسہ استراحت کے بارے مروی ہیں وہ ان کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ کسی شرعی عذر کی بنا پر ہے لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی صراحت کر دی ہے کہ اگر کوئی یہ فعل کرلے گا تو اس میں حرج و گناہ نہیں، اور مطلقا اس میں کراہت کا قول قابل اعتماد نہیں ہے، یہ بات تو فرائض کی تھی جہاں تک نوافل کا تعلق ہے تو ان میں تو وسعت ہے، ان میں کئی چیزیں مکروہ نہیں جو کہ فرائض میں ہیں، اگر آپ ان مسائل کی تفصیل چاہتے ہیں تو پھر میری بہت بڑی شرح جو کہ شرح الوقایہ کی شرح بنام السعایہ اور اس پر تعلیقات بنام عمدۃ الرایہ کی طرف رجوع کریں،

مسائل شتی،

نماز تسبیح کے بارے میں مختلف مسائل جو کہ ہمارے اصحاب نے اپنی کتابوں میں ذکر کیے ہیں،

امام علاء الدین محمد بن علی الحصکفی فرماتے ہیں،

دو رکعت استخارہ کی اور چار رکعت نماز تسبیح تین سو تسبیحات کے ساتھ کہ اس کی بہت بڑی

فضیلت ہے،

امام الشیخ احمد امین ابن عابدین الشامی الدمشقی فرماتے ہیں،

اس نماز کو آپ جب چاہیں پڑھ سکتے ہیں اس میں کوئی کراہت نہیں ہر روز یا ہر رات کو ایک مرتبہ، اگر یہ نہ ہو سکے تو ہر ہفتہ میں ایک بار یا ہر جمعہ یا ہر مہینے یا عمر میں ایک بار،

اس کی فضیلت میں مروی حدیث کثرت طرق کی وجہ سے حسن درجہ رکھتی ہے اور جس نے اس کو موضوع کہا یہ اس کا وھم ہے اس میں لامتناہی ثواب ہے، بعض محققین نے فرمایا کہ اتنا ثواب وفضیلت سننے کے بعد اس میں سوائے دین میں سستی کرنے والے کے کوئی شخص بھی اس کو نہ چھوڑے گا،

اور اس کے استحباب میں اس وجہ سے طعن کرنا کہ اس کی ہیئت عام نمازوں کی ہیئت سے مختلف ہے، جو کہ اس کے ضعف پر دلالت کرتی ہے تو جب یہ درجہ حسن تک ترقی کر گئی ہے تو اس پر عمل کرنا چاہیے،

اور یہ چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ یا دو سلاموں کے ساتھ ہیں، اور ان میں تین سو مرتبہ تسبیح سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہے،

اور ایک روایت میں اس کے آگے ولا حول ولا قوۃ الا با اللہ العلی العظیم، کے الفاظ بھی ہیں، ہر رکعت میں یہ تسبیح (۷۵) پچھتر مرتبہ ہے،

ثنا کے بعد پندرہ بار، پھر قراءۃ کے بعد دس بار، پھر رکوع میں دس مرتبہ، رکوع سے اٹھ کر قومہ میں دس بار، دونوں سجدوں میں اور ان کے درمیان جلسہ میں دس دس بار، رکوع وسجود کی تسبیحات کے بعد پڑھنی چاہیے،

اور یہ وہ کیفیت ہے جس کو امام ترمذی نے اپنی جامع میں حضرت عبداللہ بن مبارک جو کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے ایسے ہیں کہ آپ کے ساتھ علم وزہد وورع میں شریک رہے ہیں،

قنیہ (فقہ کی کتاب) میں اسی پر اقتصار کیا گیا ہے اور کہا کہ یہی دونوں روایتوں میں مختار ہے، اور دوسری روایت کہ قیام میں قراءۃ کے بعد پندرہ بار تسبیحات پڑھی جائیں اور باقی دس تسبیحات دوسرے سجدہ سے اٹھ کر پڑھی جائیں،

اور الحاوی القدسی، حلیۃ، اور بحر الرائق میں اسی پر اقتصار کیا گیا ہے اور اس کی حدیث زیادہ مشہور ہے لیکن شرح منیہ میں کہا گیا ہے کہ وہ طریقہ جو کہ حضرت عبداللہ بن مبارک سے مختصر البحر میں ذکر کیا گیا ہے ہمارے مذہب کے موافق ہے کیونکہ اس میں جلسہ استراحت نہیں ہے جو کہ ہمارے نزدیک مکروہ ہے،

اور میں (لکھنوی) کہتا ہوں کہ صاحب قنیہ نے اس طریقہ کو شاید اسی لیے اختیار کیا ہے کہ اس میں جلسہ استراحت نہیں ہے لیکن دوسرا طریقہ حدیث سے ثابت ہے اگر چہ اس میں جلسہ استراحت ہے لہذا چاہیے کہ کبھی پہلے طریقہ سے پڑھ لے اور کبھی دوسرے طریقہ سے،

نماز تسبیح میں کون کون سی سورتیں پڑھی جائیں،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس نماز میں کون کونسی سورتیں پڑھی جائیں تو آپ نے فرمایا کہ، سورۃ التکاثر۔ سورۃ العصر۔ سورۃ الکافرون۔ سورۃ الاخلاص، اور بعض نے کہا کہ سورۃ الحدید۔ سورۃ العصر۔ سورۃ الحشر۔ سورۃ الصف۔ اور سورۃ التغابن پڑھی جائیں چونکہ ان میں نام کی بھی مناسبت ہے

اور حضرت عبداللہ بن مبارک سے روایت ہے کہ پہلے رکوع وسجود کی تسبیحات اور پھر بعد میں یہ تسبیحات پڑھی جائیں،

نماز تسبیح کا وقت،

اور معلّی نے کہا کہ اس کو ظہر سے پہلے پڑھا جائے، جیسا کہ ہندیہ میں مضمرات سے نقل کیا گیا ہے، (اور صحیح یہ ہے کہ سوائے مکروہ اوقات کے جب چاہے پڑھے)

مسائل سہو،

اور امام عبداللہ بن مبارک سے پوچھا گیا کہ اگر اس میں کوئی شخص بھول جائے تو کیا سجدہ سہو میں بھی زائد تسبیحات پڑھے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں، یہ تسبیحات صرف تین سو مرتبہ ہیں،

امام ملا علی قاری نے شرح مشکوۃ میں فرمایا کہ، اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بھول جائے اور کسی رکن میں تسبیحات کی تعداد کم پڑھے تو دوسرے رکن میں اس کو پورا کرلے تا کہ تعداد معین پوری ہوجائے،

میں (لکھنوی) کہتا ہوں کہ اس سے یہ بھی مستفید ہوا کہ ایک محل سے گذر کر دوبارہ اس کی طرف رجوع نہ کرے اگر چہ اس میں بھول گیا ہو اور یہ ظاہر ہے،

اور اس کو چاہیے جیسا کہ شوافع نے کہا ہے کہ اگر یہ محل کی تسبیحات بھول جائے، تو اس کے بعد والے محل میں اس کو پورا کرے اگر وہ چھوٹا نہ ہو تو اعتدال (قومہ وجلسہ) کی تسبیحات اگر بھول جائے تو سجدہ میں پوری کرے اور رکوع کی تسبیحات قومہ میں نہ پڑھے کیونکہ وہ چھوٹا

رکن ہے، بلکہ سجدہ میں پوری کرے اور ایسے ہی پہلے سجدہ کی تسبیحات دوسرے سجدہ میں پوری کرے نہ کہ جلسہ میں کیونکہ اس کا لمبا کرنا ہمارے نزدیک غیر مشروع ہے،

تسبیحات کا شمار کرنا،

قنیہ میں ہے کہ تسبیحات کو انگلیوں پر شمار نہ کرے اگر دل میں یاد رکھ سکتا ہو تو دل میں یاد رکھے اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو پھر انگلیوں کے پوروں کو دبا کر شمار کرے

اور میں نے علامہ ابن طولون الدمشقی حنفی کا رسالہ دیکھا جس کا نام؛ الترشیح لبیان صلاۃ التسبیح: (الاثار المرفوعۃ میں نام کی غلطی ہے) اس میں انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مسندا بیان کیا ہے کہ وہ تشہد کے بعد اور سلام سے پہلے یہ دعا پڑھا کرتے تھے،

اللھم انی اسئلک توفیق اھل الھدی واعمال اھل الیقین ،ومناصحة اھل التوبة، وعزم اھل البصر ،وجد اھل الخیر (یہاں الاثار المرفوعۃ میں،، اھل الخشیة،، ہے) ، وطلب اھل الذمة (یہاں الاثار المرفوعۃ میں اھل الرغبة،، ہے) ، وتعبد اھل الورع ،وعرفان اھل العلم حتی اخافک، اللھم انی اسئلک مخافة تجزنی عن معاصیک حتی اعمل بطاعتک عنلا استحق به رضاک ، وحتی اناصحک فی التوبة (یہاں الاثار المرفوعۃ میں،، با لتوبة،، ہے) خوفا (یہاں الاثار المرفوعۃ میں،، خوف،، ہے) منک ، وحتی اخلص لک النصیحة حبا لک ، وحتی اتوکل علیک فی الامور حسن الظن بک ،سبحان خالق النور،

(الترشیح صفحہ ۳۶_۳۷)

اور اس مقام پر اپنے کلام کو ختم کرتے ہیں اور سب تعریفیں اس ذات ذوالجلال کیلیے ہیں جس نے ہمیں اس توفیق لطیف رسالہ کو اختصار کے ساتھ مکمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائی ہے کہ یہ رسالہ فوائد شریفہ اور فوائد نفیسہ پر مشتمل ہے،

آج اتوار رجب المرجب کی یکم تاریخ بروز جمعرات ۱۳۰۳ھ کو یہ رسالہ مکمل ہوا،

اور اس کا ترجمہ ۱۸ مئی بروز جمعرات 1995 کو مکمل ہوا

اللہ تعالی اس سے مسلمانوں کو کثیر فواہد سے نوازے، آمین،

(التماس)

آخر میں میں قارئین سے التماس کرتا ہوں کہ اس رسالہ کے مطالعہ کے وقت اور نماز صلاۃ التسبیح وغیرہ پڑھنے کے بعد اپنی دعاؤں میں مصنف، مترجم، اور بندہ ناچیز کو بھی یاد رکھیے گا، اور ان دنوں ہمارے نہایت ہی مہربان دوست جناب رانا مقصود صاحب کے والد گرامی جناب محترم حاجی غلام حیدر صاحب انتقال فرما گئے ہیں ان کیلیے بھی دعائے مغفرت کیجیے گا بلکہ اپنی دعاؤں میں تمام مومنین مومنات کو یاد رکھیے گا،

جزاک اللہ خیرا،

(قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی عفی عنہ)

محدث وقت، مناظر اسلام حضرت علامہ **محمد عباس** رضوی صاحب مدظلہ العالی

کا دیگر دینی علمی اور تحقیقی لٹریچر

نمبر (۱) **آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں واللہ** یہ کتاب امام بیہقی کے رسالہ،، حیاۃ الانبیاء کی شرح ہے اس پ
احادیث کے متن وسند پر آپ کی گفتگو پڑھ کر کوئی بھی حدیث کا ماہر ششدر ہو جاتا ہے کہ اس دور میں بھی اس قدر مطالعہ
والے لوگ موجود ہیں، انشاء اللہ جلد دوسرا ایڈیشن آرہا ہے

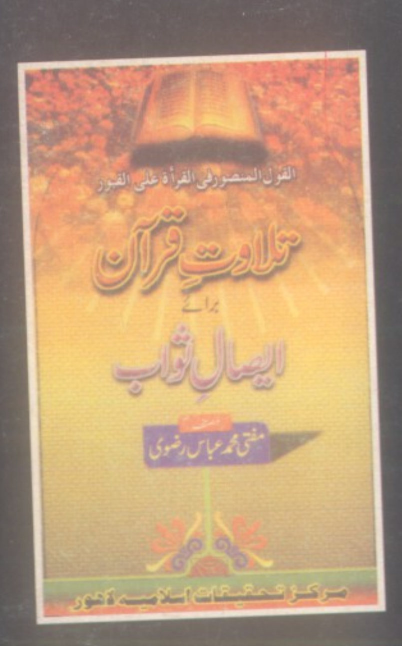
نمبر (۲) **تحقیق مسئلہ رفع یدین** عام طور پر جن چند فروعی مسائل میں غیر مقلدین ہر وقت لوگوں کو
پریشان کرتے رہتے ہیں ان میں مسئلہ رفع یدین بھی ہے محدث وقت، نے علامہ ہاشم بن عبد الغفور سندھی کے رسالہ،، کشف
الرین فی مسئلۃ رفع الیدین کا نہ صرف ترجمہ کیا بلکہ اس پر نہایت علمی وتحقیقی حاشیہ بھی لکھا جس نے اس کو اور بھی انمول بنادیا

نمبر (۳) **فضائل شب برات ولیلۃ القدر** حضرت ملا علی قاری کے رسالہ کا ترجمہ اور
تخریج نہایت ہی قابل مطالعہ کتاب ہے

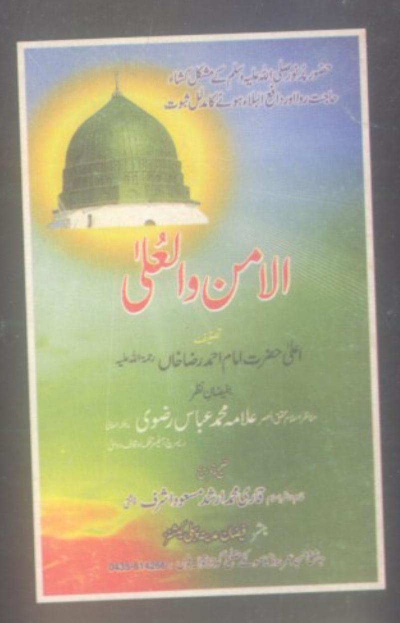
نمبر (۴) **تلاوت قرآن برائے ایصال ثواب** قبور پر تلاوت قرآن کرنے کے
دلائل اور غیر مقلدین کے اعتراضات کے دندان شکن جواب پر انمول تحفہ جس پر آج تک کسی بھی زبان میں مکمل کوئی رسالہ
نہیں لکھا گیا نہایت ہی قابل مطالعہ ہے،

نمبر (۵) **مناظرے ہی مناظرے** نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا، بسم اللہ نماز میں بلند آواز سے
پڑھنا، جنازہ میں فاتحہ معہ سورت پڑھنا، نماز وتر میں عام دعا کی طرح ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا کے موضوعات پر غیر مقلدین کو
دندان شکن جواب،

نمبر (۶) زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نمبر (۷) زیارت بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نمبر (۸) ہشت مسئلہ



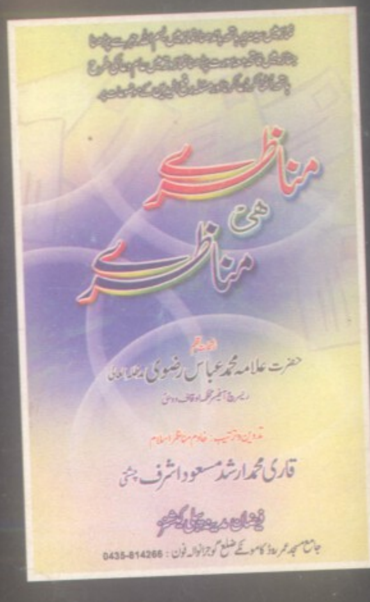
القول المنصور فی القرأۃ علی القبور
تلاوتِ قرآن
برائے
ایصالِ ثواب
مفتی محمد عباس رضوی
مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور



الامن والعُلیٰ
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں
علامہ محمد عباس رضوی
0435-814266



فضائل
شب برأت و لیلۃ القدر
تصنیف
ترجمہ
مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور



مناظرے
ہی
مناظرے
حضرت علامہ محمد عباس رضوی
قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی
0435-814266



ملنے کا پتہ
مکتبہ جمالِ کرم
9. مرکز الاویس، دربار مارکیٹ لاہور